اتّباعِ سُنّتؐ
(عقائد و احکام میں)
تالیف
ڈاکٹر محمدؒ ضیاء الرحمٰن الاعظمی
ترجمہ
ابوالحسن طاہر محمود بن محمدؒ یعقوب شیخ
دار السلام

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

تالیف

ڈاکٹر محمّد ضیاء الرحمن الاعظمی
پروفیسر اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ

ترجمہ

ابوالحسن طاہر محمود بن محمّد یعقوب شیخ
ایم اے مدینہ یونیورسٹی

دارالسلام
پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

ناشر
دارالسلام
پبلشرز و ڈسٹری بیوٹرز
پوسٹ بکس نمبر ۲۲۷۴۳ ریاض ۱۱۴۱۶ مملکت سعودی عرب
فون: ۴۰۳۳۹۶۲ فیکس: ۴۰۲۱۶۵۹

ح مكتبة دار السلام ، ١٤١٨هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

الاعظمي ، محمد ضياء الرحمن

التمسك بالسنة في العقائد والأحكام / ترجمة عبدالحسن طاهر محمود .- الرياض

٩٦ ص، ٢١×١٤سم

ردمك ٥-٣٠-٧١٧-٩٩٦٠

(النص باللغة الأوردية)

١- السنة　　٢- العقيدة الإسلامية　　أ- محمود ، عبدالحسن طاهر

(مترجم)　　ب- العنوان

ديوي ٢٣٠　　١٨/٠١٩٥

رقم الإيداع : ١٨/٠١٩٥

ردمك : ٥-٣٠-٧١٧-٩٩٦٠

فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۱	عرضِ ناشر	۷
۲	عرضِ مترجم	۹
۳	مصنف کا مختصر تعارف	۱۱
۴	مقدمہ مؤلف	۱۳
۵	رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت فرض ہے	۱۵
۶	نیکی اور بھلائی کے کاموں میں حکمرانوں کی اطاعت کے بارے میں	
	اہل سنت و الجماعت کا عقیدہ	۲۷
۷	محدثین اور فقہا کے ہاں سنت کا مفہوم	۳۱
۸	سنت کا اصطلاحی مفہوم	۳۴
	محدثین کے نزدیک سنت کا مفہوم	۳۵
	فقہا کے نزدیک سنت کا مفہوم	۳۶
۹	سنت کی جانچ پڑتال اور اس پر عمل کرنے میں صحابہ کرام کا ذوق و شوق	۳۹
۱۰	کتب حدیث و سنت کی دو بنیادی قسمیں	۵۰
	سند کی تعریف	۵۰
	متن کی تعریف	۵۰
	متواتر کی چار شرائط	۵۰
	آحاد کی تعریف اور اس کی اقسام	۵۱
۱۱	مستشرقین کا ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ	۵۲
	مستشرق گولڈ زیہر کا نظریۂ سنت	۵۵
	مستشرق کے استدلال کا جائزہ	۵۵
	زمانے کی اقسام	۶۰
۱۲	جاہلیت کی رسومات و عادات کے بارے میں اسلام کا موقف	۶۲

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
	قسامہ	۶۲
	یوم عاشور کا روزہ	۶۲
	جاہلیت کے چند دیگر اعمال	۶۳
	شاخت وغیرہ کے دعوے کا بطلان	۶۵
	ایک ضروری وضاحت	۶۷
۱۳	صحیح عقیدہ	۶۹
۱۴	صفات باری تعالیٰ کے بارے میں صحیح عقیدہ	۷۰
۱۵	اہل سنت والجماعت کا اجمالی عقیدہ	۷۴
۱۶	بنیادی عقائد کی توضیحات	۷۵
	توحید کی تین قسمیں	۷۵
	توحید ربوبیت	۷۵
	توحید الوہیت	۷۷
	الوہیت کے تقاضے	۷۷
	توحید اسماء و صفات	۸۵
	شرک کی اقسام	۸۹
۱۷	عقیدہ سے متعلق بعض اہم کتب	۹۱
	ایک سوال اور اس کا جواب	۹۲
	عقیدہ صحیحہ سے انحراف کا سبب	۹۳
	چند فرقے اور ان کے مختصر عقائد	۹۳

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ. امابعد......

دین اسلام کے اصل ماخذ دو ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک کے شروع میں ہی ﴿ذَٰلِكَ ٱلْكِتَٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ﴾ (البقرہ : ۲) اور پھر ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ﴾ (الحجر : ۹) "بے شک ہم نے ذکر (قرآن پاک) کو نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔" فرما کر قرآن پاک کو کسی بھی شک و شبہ اور تغیر و تبدل کی گنجائش سے پاک کر دیا۔ اسی طرح دوسرے ماخذ سنت رسول اللہ کے بارے میں ﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟﴾ (الحشر : ۷) (اور جو چیز رسول (ﷺ) تمہیں عطا کر دیں وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دیں اس سے رک جاؤ۔) اور ﴿مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ﴾ (النساء : ۸۰) "جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کا حکم مانا" کا فرمان جاری فرما کر ان دونوں مصادر پر مہر حقانیت ثبت کر دی۔ لیکن پھر بھی بہت سارے لوگوں نے ان فرامین کو سمجھنے اور ان کی فرضیت کے بارے میں ابہام پیدا کر کے کوتاہ بینی کا ثبوت دیا۔ مستشرقین نے نہایت چابک دستی سے عوام کے ذہنوں میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی کہ جب دینِ اسلام نے اپنے ابتدائی معاشرے میں اپنے اباء واجداد کی رسم و رواج کو جاری و ساری رکھا تو پھر ہر علاقے کے عوام کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بھی اپنے معاشرے میں موجود رسم و رواج کو جاری رکھتے ہوئے اسلامی معاشرہ تشکیل دیں۔ گویا سنت کی شرعی حیثیت کو مجروح کر کے دین اسلام میں اس طرح بگاڑ کی نامسعود کوشش کی گئی، اسے دینِ حق کے خلاف ایک سازش ہی کہا جا سکتا ہے۔ لیکن الحمد للہ ہر دور میں محدثین اور علماء کرام کی ایک جماعت اس سازش اور فتنہ کا سدباب کرنے میں کوشاں رہی اور اسلام کے مذکورہ دونوں ماخذوں کے دفاع میں ہمیشہ سینہ سپر رہی۔

اس اہم موضوع پر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کہنہ مشق استاذ ڈاکٹر محمد ضیاءالرحمٰن اعظمی نے قلم اٹھایا اور سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اتباعِ سنت کے بارے میں "التمسک بالسنہ فی العقائد والاحکام" کے نام سے عربی زبان میں ایک جامع کتاب مرتب کر کے مستشرقین کے خلاف اپنے اسلاف کی سنت کو جاری رکھا۔ ڈاکٹر اعظمی نے مذکورہ کتاب میں محدثین اور فقہا کے نظریات و عقائد کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے دین اسلام میں اتباعِ سنت کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ نیز جاہلیت کی رسومات و عادات کے بارے میں دین اسلام کا موقف پیش کرتے ہوئے سنتِ رسول اللہ اور اطاعتِ رسول کا مفہوم واضح کیا ہے اور اولوالامر کی اطاعت کے بارے میں اہل سنت و الجماعت کا عقیدہ بیان کیا۔

کتاب کی اہمیت و افادیت کو مدنظر رکھتے ہوئے جناب ڈاکٹر اعظمی کی اجازت سے دارالسلام نے اس کتاب کا اردو ترجمہ شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ واضح رہے کہ ترجمہ کا کام ڈاکٹر موصوف کے ایک لائق و فائق شاگرد اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے فاضل نوجوان ابوالحسن طاہر محمود شیخ نے انجام دیا۔ ہم اس کی تزئین و طباعت کو معیاری بنانے میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اس کے لیے قارئین کی رائے کے منتظر رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ڈاکٹر اعظمی، مترجم اور ہماری اس کاوش میں کمی و کوتاہی سے درگزر فرماتے ہوئے شرف قبولیت عطا فرمائے اور روز قیامت ہمارے نامہ اعمال میں اضافہ کا سبب بنائے۔ آمین

خادم قرآن و سنت
عبدالمالک مجاہد
مدیر دارالسلام - الریاض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مترجم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين أما بعد:

اہل سنت و الجماعت کا روز اول سے یہ عقیدہ رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کی ایک مستقل شرعی حیثیت ہے، اتباع سنت جزو ایمان ہے، حدیث سے انکار و اعراض قرآن کریم سے انحراف و بُعد کا زینہ ہے اور سنت سے اغماض و لاپرواہی فہم قرآن سے دوری ہے۔ سنت کے بغیر قرآنی احکام و تعلیمات کی تفہیم اور پھر اس پر عمل کرنا "ایں خیال است و محال است و جنوں" کے مترادف ہے۔ جس طرح کسی چھت پر سیڑھی کے بغیر چڑھنا خلافِ عقل ہے، ایسے ہی سنت رسول (ﷺ) کے بغیر قرآن فہمی کا دعویٰ نادانی ہے۔

مخالفین حدیث اور منکرین سنت کے مقابلے میں ہر وقت بفضل اللہ سلف صالحین اور محدثین کرام کی ایسی جماعت موجود رہی ہے، جس نے سنت کے خلاف اٹھنے والے طوفان اور آندھیوں کا "علی وجہ البصیرة" ڈٹ کر مقابلہ کیا اور سنت رسول (ﷺ) کا چہرہ مسخ اور اس پر اعتراض کرنے والوں کا ایسا رد کیا کہ وہ ثُمَّ نُكِسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ کی تصویر بن گئے اور شرمندگی سے ان کے سر جھک گئے۔

سنت کیا ہے؟ اسلام میں اس کا تشریعی مقام کیا ہے؟ سلف صالحین کے ہاں سنت کا کیا رتبہ ہے؟ محدثین و فقہا کے نزدیک سنت کا کیا مفہوم ہے؟ مستشرقین کا نظریہ سنت کیا ہے؟ اور ان کے استدلال کا رد کیسے کیا جا سکتا ہے؟ آیا سنت محض اعمال و احکام ہی میں قابل حجت ہے یا عقائد میں

بھی قابل عمل ہے؟ کیا سنت کے بغیر قرآن کریم کو سمجھنا ممکن ہے؟ حکمرانوں کی اطاعت میں ضابطہ سنت کیا ہے؟ اور بنیادی عقائد میں سنت کی کیا حیثیت ہے؟

اللہ تعالیٰ ہمارے استاد محترم فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن اعظمی صاحب کو جزائے خیر دے جنھوں نے اپنی اس کتاب میں مذکورہ سوالوں کا مختصر مگر مدلل جواب دیا ہے۔ نیز افادۂ عام کے پیش نظر آپ کے بعض اہم خطبات اور توضیحی اضافات کو بھی شامل کتاب کر دیا گیا ہے۔

یاد رہے کہ راقم الحروف محترم اعظمی صاحب کا ایک ادنیٰ شاگرد ہے۔ یہ میرے لیے بڑی سعادت ہے کہ مجھے موصوف کی اس عربی کتاب کو اردو قالب میں ڈھالنے کا موقع ملا۔ کتاب کی تفہیم و ترجمانی اور مؤلف کتاب کے مقصد تحریر کو اجاگر کرنے کے لیے حسب استطاعت کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مفید عام بنائے اور ہم سب کی غلطیوں اور لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

ملاحظہ : حدیثوں کے جمع کرنے میں مؤلف نے اس بات کا خاص طور پر اہتمام کیا ہے کہ وہ صحیحین کی ہوں بصورت دیگر موصوف نے صحیح، حسن اور ضعیف کو واضح کر دیا ہے۔ یاد رہے کہ عمل کے اعتبار سے صحیح اور حسن میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے۔ اس کی مزید تفصیل مؤلف کی کتاب "دراسات فی الجرح والتعدیل" میں ملاحظہ فرمائیں۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین۔

ابوالحسن طاہر محمود بن محمد یعقوب شیخ
ایم۔ اے مدینہ یونیورسٹی

مصنف کا مختصر تعارف

فضیلۃ الشیخ محترم ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن اعظمی صاحب انٹرنیشنل مدینہ یونیورسٹی کے کہنہ مشق اساتذہ میں سے ہیں۔ علمی حلقوں میں آپ محتاج تعارف نہیں۔ طلبہ کو تفہیم درس میں مستفیض و مطمئن کرنا آپ کا خاص وصف ہے۔ نیز آپ ان خوش نصیب اہل علم میں سے ہیں جنھوں نے اپنی زندگی سنت رسول (ﷺ) کی نشرواشاعت اور اس کے دفاع میں وقف کر رکھی ہے، اللہ تعالیٰ موصوف کو تاحیات دعائے نبوی «نَضَّرَ اللهُ امْرَءًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا» کا مصداق بناتے ہوئے ان کو خوش خرم رکھے اور صحت و عافیت کے ساتھ عمر میں برکت عطا فرمائے۔ (آمین)

فضیلۃ الاستاذ ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن اعظمی صاحب درس و تدریس کے علاوہ تالیف و تصنیف کے بھی شہسوار ہیں۔ ان کے قلم سے کئی ایک علمی مخطوطات تحقیق و تنقیح کے زیورات سے آراستہ ہو کر احباب علم و معرفت سے خوب داد تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ ان کے مشہور علمی، تحقیقی اور تصنیفی شاہکار درج ذیل ہیں:

۱۔ أقضية رسول الله صلى الله عليه وسلم لابن الطلاع القرطبي (عربی، اردو)
۲۔ المدخل إلى السنن الكبرى للبيهقي (عربی، اردو)
۳۔ امالی ابن مردويه (عربی)
۴۔ فتح الغفور في وضع الأيدي على الصدور للسندي (عربی)
۵۔ دراسات في الجرح والتعديل (عربی)
۶۔ اليهوديه والمسيحيه (عربی)
۷۔ فصول في أديان الهند (عربی)
۸۔ غیر مسلموں کو دعوت قرآن (ہندی)

۹- التمسك بالسنة في العقائد والأحكام (عربی) (اسی کتاب کا یہ ترجمہ ہے)

۱۰- المنن الكبرى شرح وتخريج السنن الصغرى للبيهقي- یہ کتاب زیر تالیف ہے، اس میں مؤلف نے محدثین کے اسلوب میں علماء کا فقہی اختلاف اور ان کے دلائل کا ذکر کرتے ہوئے فقہ حدیث کو بیان کیا ہے- ان شاء اللہ العزیز تقریباً چار ہزار صفحات پر مشتمل یہ عظیم کتاب عنقریب افادۂ عام کے لیے زیور طباعت سے آراستہ ہونے والی ہے-

۱۱- موسوعة القرآن الكريم (ہندی، اردو)

یہ کتاب بھی زیر تصنیف ہے جس میں محترم ڈاکٹر صاحب قرآن کے تقریباً چار سو اہم اور بنیادی موضوعات پر قرآن، احادیث صحیحہ اور تاریخ کی روشنی میں مفصل بحث کر رہے ہیں- توقع ہے کہ یہ کتاب ڈیڑھ ہزار صفحات پر مشتمل ہوگی اور بیک وقت ہندی، اردو اور انگریزی میں شائع کی جائے گی-

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين-

از مترجم

مقدمہ مؤلف

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ ،نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَن يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَن لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ . أَمَّا بَعْدُ :

یہ کتابچہ عقائد و احکام کے باب میں سنتِ نبوی پر عمل پیرا ہونے کے لیے بہترین رہنمائی ہے، جو راقم کی مختلف تصنیفات اور متنوع علمی تحقیقات و مقالہ جات کے دیباچوں سے ماخوذ ہے-

علاوہ ازیں افادۂ عامہ کے پیش نظر بعض ضروری فوائد و زوائد کو بھی شامل کتاب کیا گیا ہے- مقصد تحریر یہ ہے کہ تشنگانِ علم اور متلاشیانِ حق اس سے مستفید ہوتے ہوئے اہل سنت و الجماعت کے جادۂ حق (سبیل المومنین) پر گامزن رہیں- "طریق اہل سنت" کی تعریف میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رقم طراز ہیں! ظاہر و باطن میں احادیث نبویہ کی اتباع کرنا، مہاجرین و انصار میں سے سابقون اولون صحابہ کرام کی پیروی کرنا اور نبی کریم ﷺ کی درج ذیل وصیت پر عمل پیرا ہونا، اہل سنت و الجماعت کا راستہ ہے- ارشاد نبوی ہے:

«عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي، تَمَسَّكُوا بِهَا، وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ» .

میرے بعد میری اور ہدایت یافتہ، راست باز خلفاء کی سنت کو تھامے رکھنا اور اس پر جمے رہنا اور دین میں ایجاد کردہ نئی چیزوں سے بچتے رہنا، کیونکہ (دین میں) ہر نیا کام بدعت ہے اور بدعت سراسر گمراہی ہے-

آخر میں دعاگو ہوں کہ اللہ رب العزت ہمیں امام الانبیاء سید المرسلین ﷺ کی سنت کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائیں-

ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن الأعظمی

مدینہ منورہ ۲۹/ ۱۱/ ۱۴۱۳ ہجری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت فرض ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم میں اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا اور اس کو مسلمانوں کے لیے لازمی قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ﴾ [الحشر: ۷].

اور جو چیز رسول (ﷺ) تمہیں عطا کر دیں، وہ لے لو، اور جس چیز سے تمہیں روک دیں، اس سے رک جاؤ۔

﴿ وَأَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾ [آل عمران: ۱۳۲].

اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱسْتَجِيبُوا۟ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ﴾ [الأنفال: ۲٤].

اے ایمان والو! اللہ اور رسول کا حکم مانو جب وہ تم کو ایسے کام کے لیے بلائے جس میں تمہاری زندگی ہے۔

نیز فرمایا:

﴿ مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ ﴾ [النساء: ۸۰].

جس نے رسول ﷺ کا حکم مانا، یقیناً اس نے اللہ کا حکم مانا۔

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ آخرالذکر آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ کی تشریعی حیثیت و منزلت کی بابت فرما رہے ہیں کہ جس نے اس کی اطاعت کی، درحقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی، بلاشبہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ یہ اس لیے کہ نبی ﷺ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے، بلکہ وہی کچھ فرماتے ہیں جو ان پر وحی کی جاتی ہے۔[1]

---

(۱) تفسیر ابن کثیر (۲/ ۳۱۹)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ﴾ [آل عمران: ۳۱].

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی محبت کے لیے معیار اور کسوٹی قرار دیا ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو مجمل طور پر نازل فرمایا اور اس کی تفسیر و تشریح کی ذمہ داری اپنے پیغمبر ﷺ کے سپرد کر دی، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ارشادات، افعال و کردار اور تقاریر سے قرآن کریم کی تفسیر فرمائی۔

اس کی مزید وضاحت درج ذیل آیات میں یوں کی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ [النحل: ٤٤].

اور ہم نے آپ (ﷺ) پر ذکر (قرآن کریم) نازل کیا تاکہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوئے ہیں، آپ (ﷺ) انہیں کھول کر بیان کر دیں اور شائد کہ وہ غور و فکر کریں۔

اور فرمایا:

﴿ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾ [النحل: ٦٤].

اور ہم نے آپ (ﷺ) پر اس کتاب کو اس لیے اتارا کہ آپ (ﷺ) لوگوں کے لیے ان مسائل میں حق کو واضح کر دیں جن میں انہوں نے اختلاف کیا اور (یہ کتاب) مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کے انداز بیان کی مختلف شکلیں ہیں:

(۱) بعض احکام دین کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے، لہٰذا قرآن کریم کے علاوہ ان کی وضاحت کے لیے کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں۔

(۲) بعض احکام کی فرضیت تو قرآن کریم میں انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو ضروری قرار دیا گیا ہے، مگر ان کی فرضیت کی کیفیت، کس پر فرض

ہے اور ان میں سے بعض کب زائل اور کب ثابت اور واجب ہوتی ہیں؟ رسول اللہ ﷺ بیان فرماتے ہیں۔

(۳) بعض احکام کا ذکر کسی واضح نص کے بغیر (یعنی اشارہ) کیا گیا ہے، لیکن ان کی تشریح و تفصیل نبی کریم ﷺ کی سنت سے معلوم ہوتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴾ [النساء: ۱۱۳].

اور اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے اور آپ (ﷺ) کو وہ باتیں سکھائیں جن کا آپ (ﷺ) کو علم نہ تھا اور آپ (ﷺ) پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

اور سورہ آل عمران میں فرمایا:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴾ [آل عمران: ١٦٤].

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر احسان کیا کہ ان میں، ان ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا، جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے قبل یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کتاب یعنی قرآن کریم اور حکمت یعنی سنتِ مطہرہ کا ذکر فرمایا ہے۔ واضح رہے کہ حکمت کو قرآن کریم کا مترادف ماننے کے بجائے سنتِ رسول پر محمول کرنا عربی زبان و ادب کے اعتبار سے بہتر ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے کتاب، جس سے مراد قرآن کریم اور حکمت کا تذکرہ فرمایا ہے اور میں نے علوم قرآن کے ایک ماہر اور پسندیدہ شخصیت کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حکمت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔"[1]

اللہ رب العزت نے اپنے درج ذیل فرمان میں اس شخص کے ایمان کی نفی کی ہے، جو اپنے

(۱) الرسالہ (ص ۳۲-۳۳)

معاملات میں نبی کریم ﷺ کو حاکم تسلیم نہ کرے۔ فرمایا:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ [النساء : ٦٥].

سو تمہارے پروردگار کی قسم! جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ مان لیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں، اس کو خوشی سے مان لیں، تب تک مومن نہیں ہو سکتے۔

یہ آیت کریمہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ امام بخاری، امام مسلم اور دیگر ائمہ نے ان سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم کی موجودگی میں ایک انصاری کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے نالی کے ذریعے نخلستان کو سیراب کرنے کے سلسلے میں تنازعہ پیدا ہوا۔ دونوں نے اپنا معاملہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

«اَسْقِ يَازُبَيْرُ! ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَى جَارِكَ» .

اے زبیر! پہلے اپنے کھیت کو سیراب کرلو پھر پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو۔

چنانچہ انصاری غصے میں کہنے لگا: آپ ﷺ نے یہ فیصلہ اس لیے کیا کہ زبیر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا چچازاد بھائی ہے اس پر نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا اور فرمانے لگے:

«اَسْقِ يَازُبَيْرُ! ثُمَّ احْبِسِ الماءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَذرِ» .

اے زبیر! اپنے باغ کو سیراب کر کے پانی روک لو، حتیٰ کہ منڈیر تک پہنچ جائے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میرے خیال میں یہ (مذکورہ بالا) آیت اسی بارے میں نازل ہوئی ہے: [1]

امام ابن کثیر اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ اپنے باہمی جھگڑوں اور حل طلب مسائل کو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت پر پیش کرو اور انہیں کو حاکم تسلیم کرو۔

﴿ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ﴾ [النساء : ٦٥]. اگر تم (واقعی) اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

معلوم ہوا جو شخص متنازعہ امور میں قرآن و سنت کو فیصل نہیں مانتا اور نہ ان کی طرف رجوع کرتا ہے وہ اللہ اور روز آخرت کا منکر ہے۔ [2]

(۱) بخاری، المساقاۃ (۵/ ۳۴) و صحیح مسلم: الفضائل (۴/ ۱۸۲۹) (۲) ابن کثیر (۲/ ۳۰۴)

امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

رُدُّوا الجهالاتِ إلى السُّنَّةِ — جہالت اور ناواقفیت کو رسول ﷺ کی سنت سے دور کرو۔

امام عبدالرزاق اپنی کتاب "مصنف" میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

«لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ، لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ» .

اللہ تعالیٰ نے گودنے، گدوانے، چہرے کے بال اکھاڑنے، دانتوں کے درمیان خوبصورتی کی غرض سے فاصلہ کرنے والیوں پر جو کہ اللہ کی خلقت کو تبدیل کرنے والی ہیں، لعنت فرمائی ہے۔

جب بنی اسد کی ایک عورت ام یعقوب کو یہ خبر پہنچی تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی، اے ابو عبداللہ! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے فلاں فلاں عورت پر لعنت کی ہے، کہا: میں اس پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جس پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت بھیجی ہو اور وہ قرآن میں بھی ملعون ہو۔ خاتون نے کہا: "میں نے وہ تختیوں کے اندر موجود سارا قرآن پڑھا، مجھے یہ بات کہیں نہیں ملی۔" کہا: اگر تو نے غور سے پڑھا ہوتا تو یہ تجھے ضرور مل جاتا۔ کیا تو نے یہ فرمان الٰہی نہیں پڑھا:

﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا ﴾ [الحشر : ٧].

اور جو کچھ رسول تم کو دے دے، اس کو لے لو اور جس سے تم کو روک دے، اس سے رک جاؤ۔

خاتون نے کہا: کیوں نہیں۔ (یہ تو موجود ہے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ﴾ [الأحزاب : ٣٦].

اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے، وہ یقیناً صریح گمراہ ہوا۔ [1]

(۱) مسلم (۳/ ۱۶۷۸) بخاری مختصر (۱۰/ ۳۷۷)

اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد' خواہ وہ کسی حکم پر مبنی ہو یا ممانعت پر' کی تعمیل کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے۔

اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیعت کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ ٱللَّهَ يَدُ ٱللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ﴾ [الفتح: ۱۰].

بلاشبہ جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں' اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس بات کی خبر دی ہے کہ ان کا رسول اللہ ﷺ کی بیعت کرنا' درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بیعت کرنا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے محمد ﷺ کو رہبر و رہنما اور خوشخبری دینے والا پیغمبر بنا کر مبعوث کیا ہے اور آپ ﷺ پر کتاب و حکمت نازل فرمائی ہے اور یہی حکمت آپ ﷺ کی سنت سے عبارت ہے جو کہ قرآن کریم کی توضیح و تفسیر اور اس کے معانی' مفاہیم و مطالب کو بیان کرتی ہے' جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے "عقیدۂ واسطیہ" میں بیان فرمایا ہے۔

امام دارمی رحمہ اللہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دن نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث بیان کی تو ایک شخص کہنے لگا: قرآن مجید تو اس کا مخالف اور اس کی نفی کرتا ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: سنو! میں تم کو حدیث رسول ﷺ بیان کر رہا ہوں اور تم قرآن کریم کے ساتھ اس کی مخالفت بیان کرتے ہو! یاد رکھو نبی اکرم ﷺ قرآن مجید کو تم سے زیادہ جانتے تھے۔[1]

یہی وجہ ہے کہ یحییٰ بن ابی کثیر فرماتے ہیں: کہ "حدیث کے ذریعے قرآنی مطالب کی توضیح کی جا سکتی ہے نہ کہ قرآن کے ذریعے حدیث کی"۔

نیز اس لیے بھی کہ نبی کریم ﷺ کو قرآن مجید کے ساتھ اس کی مثل بھی عطا کی گئی ہے اور وہ آپ ﷺ کی سنت مطہرہ ہے۔

مطلب بن عبد اللہ بن المطلب بن حنطب سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَا تَرَكْتُ شَيْئًا مِمَّا أَمَرَكُمُ اللهُ بِهِ إِلَّا وَقَدْ أَمَرْتُكُمْ بِهِ، وَلَا تَرَكْتُ شَيْئًا مِمَّا نَهَاكُمُ اللهُ عَنْهُ إِلَّا وَقَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ».

میں نے کوئی ایسا امر نہیں چھوڑا کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہو' مگر میں نے تمہیں اس کا حکم کر دیا ہے اور میں نے اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی' مگر میں نے تمہیں اس سے روک دیا ہے۔[1]

(۱) سنن دارمی' باب السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ (۱/ ۱۴۵)

اسی مفہوم کی ایک اور حدیث حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک کے دن منبر پر جلوہ افروز ہوئے' اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي وَاللهِ! مَا آمُرُكُمْ إِلَّا مَا أَمَرَكُمُ اللهُ بِهِ، وَلَا أَنْهَاكُمْ إِلَّا عَمَّا نَهَاكُمُ اللهُ عَنْهُ، فَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ فَوَالَّذِيْ نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهِ! إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَطْلُبُهُ رِزْقُهُ كَمَا يَطْلُبُهُ أَجَلُهُ فَإِنْ تَعَسَّرَ عَلَيْكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ فَاطْلُبُوهُ بِطَاعَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ».

اے لوگو! اللہ کی قسم میں تمہیں صرف اسی چیز کا حکم دیتا ہوں جس کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے اور صرف اسی سے تمہیں روکتا ہوں' جس سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں روکا ہے' پس طلب رزق میں حسن و جمال کو ملحوظ رکھو۔ اس ذات باری تعالیٰ کی قسم جس کے ہاتھ میں ابوالقاسم کی جان ہے! رزق تم میں سے ہر ایک کو ایسے تلاش کرتا ہے جیسے اسے اس کی موت تلاش کرتی ہے اگر اس میں سے کچھ تم پر دشوار اور مشکل ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے تلاش کر لیا کرو۔[2]

اور یہ ان جملہ اوامر میں سے ایک ہے' جس کی تبلیغ و اشاعت کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان الفاظ میں دیا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُۥ

اے رسول! جو ارشادات اللہ کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں' وہ (لوگوں تک) پہنچائیں' اگر آپ (ﷺ)

(۱) اس کو امام شافعی نے روایت کیا ہے' جیسا کہ بدائع المنن (نمبر۷) میں ہے۔ مگر یہ مرسل ہے کیونکہ المطلب بن عبداللہ بن المطلب بن حنطب تابعی ہیں۔

(۲) المعجم الکبیر' للطبرانی (۳/ ۸۶) اس میں عبدالرحمٰن بن عثمان بن ابراہیم حاطبی اور اس کا باپ' جن میں ابو حاتم نے کلام کی ہے مگر ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے' دیکھیے! کتاب الثقات لابن حبان (۳/ ۴۲۲)

﴿ وَٱللَّهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِۗ ﴾ [المائدة: ٦٧].

نے ایسا نہ کیا تو (جان لیں کہ) آپ (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ (ﷺ) کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے درج ذیل فرمان میں اس بات کی گواہی دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم کردہ امور کو' مضبوطی سے تھامے رکھا:

﴿ وَإِنَّكَ لَتَهۡدِيٓ إِلَىٰ صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٖ ﴾ [الشورى: ٥٢].

اور یقیناً آپ (لوگوں کو) سیدھی راہ دکھاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا طریقہ اور سنت' دراصل اللہ تعالیٰ ہی کا راستہ ہے جس کی اتباع کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے۔

امام ابوداؤد' ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ' عبدالرحمٰن بن عمرو سلمی اور حجر بن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم دونوں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ اور وہ ان صحابہ میں سے ایک ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَلَا عَلَى ٱلَّذِينَ إِذَا مَآ أَتَوۡكَ لِتَحۡمِلَهُمۡ قُلۡتَ لَآ أَجِدُ مَآ أَحۡمِلُكُمۡ عَلَيۡهِ ﴾ [التوبة: ٩٢].

اور نہ ان (بے سروسامان) لوگوں پر (کوئی گناہ ہے) کہ جب وہ سواری کے حصول کے لیے آپ (ﷺ) کے پاس آئے تو آپ (ﷺ) نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس پر میں تمھیں سوار کر سکوں۔

ہم نے انہیں سلام کیا اور عرض کیا کہ ہم زیارت و ملاقات اور استفادے کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت عرباض رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی' پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں ایسی موثر وعظ و نصیحت فرمائی کہ اس سے آنکھیں پُرنم ہو گئیں' دلوں میں خشیت الٰہی طاری ہو گیا۔ ایک شخص کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! گویا کہ یہ الوداع اور خیرباد کہنے والے کا وعظ ہے' لہٰذا آپ ﷺ ہمیں کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ تو آپ (ﷺ) نے فرمایا:

«أُوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَىٰ

میں تمھیں اللہ سے ڈرنے اور امیر' خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو' کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں' تم میں سے جو بھی میرے بعد زندہ رہے گا' وہ بہت

اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ».

سے اختلاف دیکھے گا تو ان حالات میں میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کار کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور اس پر جمے رہنا اور اپنے آپ کو بدعات سے بچائے رکھنا۔ بے شک (دین میں) ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔[1]

امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ "جامع العلوم والحکم" میں فرماتے ہیں: اس حدیث میں اس بات کا حکم ہے کہ اختلاف و افتراق کے وقت نبی کریم ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور سنت اس راستہ کو کہا جاتا ہے جس پر چلا جائے' اور یہ حکم عقائد' اعمال اور اقوال سب میں رسول اللہ ﷺ کی سنت اور صحابہ کے طریقے کو مضبوطی سے تھام لینے پر مشتمل ہے اور یہی کامل سنت ہے۔[2]

امام ترمذی' ابن ماجہ اور دارمی حسن سند کے ساتھ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا! هَلْ عَسَى رَجُلٌ يَبْلُغُهُ الْحَدِيثُ عَنِّي وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَىٰ أَرِيكَتِهِ، فَيَقُولُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللهِ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَلَالًا اسْتَحْلَلْنَاهُ، وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَرَامًا حَرَّمْنَاهُ، وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ كَمَا حَرَّمَ اللهُ».

خبردار! قریب ہے کہ اپنے تخت پر تکیہ لگا کر بیٹھے کسی آدمی کو میری طرف سے (کوئی) حدیث پہنچے تو وہ کہے: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب (ہی فیصلہ کن) ہے' لہٰذا جو اس میں ہم نے حلال پایا' اس کو ہم نے حلال جانا اور اس میں جو ہم نے حرام پایا' اس کو حرام گردانا۔ یاد رکھو کہ جس چیز کو اللہ کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا۔[3]

(۱) سنن ابی داؤد' کتاب السنة (رقم ۴۶۰۷)' سنن ترمذی (۵/ ۴۴) ابن ماجہ' المقدمہ' (۴۲) و سنن دارمی (۱/ ۵۷)۔ امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۲) جامع العلوم و الحکم (ص: ۲۳۰)

(۳) سنن ترمذی (۵/ ۳۸)' سنن ابن ماجہ المقدمہ (۱۲) و سنن دارمی (۱/ ۴۴) امام ترمذی نے اس کو حسن غریب کہا ہے۔

احمد اور ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

«أَلَا! إِنِّي أُوتِيتُ هٰذَا الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ، أَلَا! يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ، فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا! لَا يَحِلُّ لَكُمُ الْحِمَارُ الْأَهْلِيُّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ، وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ، إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا، مَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ».

خبردار! مجھے یہ قرآن اور اس کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز (حدیث) بھی عطا کی گئی ہے۔ خبردار! قریب ہے کہ کوئی شکم سیر شخص اپنی مسند پر ٹیک لگائے بیٹھا یہ کہے کہ اس قرآن کو لازم پکڑو، جو تم اس میں حلال پاؤ، اسے حلال جانو اور جو تم اس میں حرام پاؤ، اسے حرام ٹھہراؤ۔ خبردار! پالتو گھریلو گدھے، کچلی والے درندے اور ذمی (معاہد) کی گری ہوئی چیز، تمہارے لیے حلال نہیں، الا یہ کہ وہ اس سے مستغنی ہو۔ جو کسی قوم کے یہاں مہمان ٹھہرے تو ان پر اس کی میزبانی کرنا لازم ہے، اگر انہوں نے اس کی ضیافت کا اہتمام نہ کیا تو اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مہمانی کے برابر ان کو سزا دے۔[1]

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث کو قرآن پر پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ ہر حدیث بذات خود حجت اور ایک مستقل حیثیت کی حامل ہے۔

امام احمد، شافعی اور ترمذی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«نَضَّرَ اللهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَأَدَّاهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيهٍ، وَرُبَّ حَامِلِ

(1) مسند احمد (۴/ ۱۳۱) وسنن ابی داؤد (۵/ ۱۲) اسنادہ حسن

فِقْهٍ إِلَىٰ مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ».

اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے میری حدیث کو سنا، پھر اسے اچھی طرح یاد کئے رکھا اور پھر اس کو (دوسروں تک) پہنچایا۔ اگر چہ بعض حاملین فقہ غیر فقیہ ہوتے ہیں (یعنی علم و فقہ کی اہمیت سے بے بہرہ) جب کہ وہ لوگ جن تک یہ حاملین پہنچاتے ہیں، زیادہ فقیہ ہوتے ہیں۔[1]

اور حدیث کے بعض طرق میں درج ذیل الفاظ ہیں:

«ثَلَاثٌ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ، وَالنَّصِيحَةُ لِلْمُسْلِمِينَ، وَلُزُومُ جَمَاعَتِهِمْ؛ فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيطُ مِنْ وَرَائِهِمْ».

تین چیزوں میں مسلمان کا دل خیانت کا مرتکب نہیں ہونا چاہیے (اور وہ یہ ہیں کہ اپنے) عمل کو اللہ کے لیے خالص کرنا، مسلمانوں کے لیے جذبہ خیر خواہی رکھنا، اور ان کی جماعت سے چمٹے رہنا، اس لیے کہ ان کی دعا ان کی حفاظت کرتی ہے۔

یہ حدیث متواتر کے درجے کو پہنچ چکی ہے، کیونکہ اسے نبی ﷺ سے تیس سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے روایت کیا ہے، نیز اس حدیث کا شمار ان عظیم الشان احادیث میں ہوتا ہے جو سنت نبوی کے حفظ و اہتمام، اسے پڑھنے پڑھانے اور لوگوں کے سامنے اس کی تبلیغ کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔[2]

نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے لیے تروتازگی اور شادابی کی دعا کی ہے جو سنت نبوی پڑھنے، پڑھانے اور یاد کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔ نضارت کا مطلب چہرے کی تروتازگی اور حسن و جمال ہے۔ نضارت کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت کی نعمتوں تک پہنچائے۔ (اللھم اجعلنا منھم)

امام شافعی فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا (اپنی امت کو) اپنے فرمان کے سننے، اس کو یاد کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کی دعوت دینا، اس بات پر دال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

(1) مسند احمد (۱/ ۴۳۷) الرسالۃ للشافعی (ص: ۴۰۱) وسنن ترمذی (۵/ ۳۴) اور انہوں نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

(2) ملاحظہ ہو تدریب الراوی (۲/ ۱۷۹) وقطف الازھار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ (رقم حدیث ۲) ہمارے استاد محترم علامہ عبدالمحسن العباد حفظہ اللہ نے اس حدیث کی تخریج و شرح میں ایک بڑی مفید کتاب تالیف کی ہے جو کہ "دراسۃ حدیث نضراللہ امراء سمع مقالتی .... روایۃ و درایۃ" کے نام سے مطبوع اور متداول ہے۔

صرف اسی چیز کی تبلیغ کرنے کا حکم دیتے ہیں، جس کے ساتھ اس شخص پر حجت قائم ہو سکے جس کو اس کی دعوت دی گئی ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ کی طرف سے صرف قابل عمل حلال، قابل پرہیز حرام، قائم کی جانے والی حد، لیے اور دیئے جانے والے مال اور دین و دنیا کی بابت خیر خواہی ہی کی تبلیغ کی جا سکتی ہے۔[۱]

(۱) الرسالۃ للامام الشافعی (ص ۴۰۲ ۔ ۴۰۳)
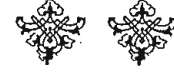
نیکی اور بھلائی کے کاموں میں حکمرانوں کی اطاعت کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴾ [النساء: ۵۹].

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو حاکم ہیں (ان کی بھی) اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں جھگڑا ہو جائے تو، اگر تم اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو، یہ بات اچھی اور اس کا نتیجہ بہتر ہے۔

اطاعت کا مفہوم:

اطاعت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد ﷺ کے ہر حکم کو (غیر مشروط اور) مکمل طور پر تسلیم کیا جائے اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے۔

اولوالامر سے مراد:

اولی الامر سے مراد وہ سربراہان مملکت، حکام اور اہل علم لوگ ہیں جن کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دی ہے اور ان کی اطاعت سے مراد صرف نیکی کے کاموں میں ان کی بات سننا اور اس کو ماننا ہے۔

سنت مطہرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ، وَمَنْ يَعْصِنِي فَقَدْ عَصَى اللهَ، وَمَنْ يُطِعِ الأَمِيْرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعْصِ الأَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ».

جس نے میری اطاعت کی، درحقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی، دراصل وہ اللہ کی نافرمانی کا مرتکب ہوا، جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی، گویا اس نے میری نافرمانی کی۔

اور انہی سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے:

«عَلَيْكَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِي عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ، وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ، وَأَثَرَةٍ عَلَيْكَ». تنگی اور فراخی، خوشی اور ناخوشی اور خود پر ترجیح دینے کی صورت میں (ان کی) اطاعت تم پر لازم ہے۔

ان دونوں روایتوں کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔(۱)

یاد رہے کہ اولی الامر کی اطاعت کے وجوب پر قرآن و حدیث میں بکثرت دلائل وارد ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے، جبکہ آپ (ﷺ) نے امیر کی اطاعت کا حکم دیا لہٰذا اولی الامر کی اطاعت لازم ہوئی اور ان کے خلاف بغاوت کرنا حرام ٹھہرا۔

امام اہل سنت والجماعت ابو محمد البربہاری رحمہ اللہ (ت ۳۲۹ھ) فرماتے ہیں: جس نے مسلمانوں کے امام کے خلاف علم بغاوت بلند کیا وہ خارجی ہے کیونکہ اس نے امت مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا اور احادیث و آثار کی مخالفت کا مرتکب ہوا اور اگر اسی حالت میں مرگیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔ نیز فرمایا: اولی الامر خواہ ظالم ہی کیوں نہ ہوں، ان سے لڑنا اور ان کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا جائز نہیں ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ حکمرانوں سے لڑنا خلاف سنت ہے، کیونکہ ایسا کرنے میں دین و دنیا کی بربادی ہے۔(۲)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ﴾ [آل عمران: ۱۰۳]. اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ بازی نہ کرو۔

اور صحیح حدیث میں ہے:

«مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ، فَمِيتَتُهُ جَاهِلِيَّةٌ». جو شخص اطاعت سے باغی ہوا اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہوا اور اسی حالت میں فوت ہوگیا تو اس کا مرنا جاہلیت کا مرنا ہوگا۔

امام طحاوی رحمہ اللہ اہل سنت و الجماعت کے عقیدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اور ہمارا

(۱) مسلم: کتاب الامارۃ (۳/۱۴۶۶، ۱۴۶۷)

(۲) شرح السنہ (رقم ۳۳-۳۴)

عقیدہ ہے کہ حکام و امراء کے ظلم و زیادتی کے باوجود ان کے خلاف بغاوت کرنا، ان کے حق میں بددعا کرنا، یا ان کی اطاعت سے سرتابی کرنا، درست نہیں ہے، بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ فرض و وجوب کے اعتبار سے ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سے ہے (یعنی اس کے مانند ہے) جب تک وہ معصیت کا حکم نہ دیں، اور ہم ان کی اصلاح و خیر خواہی اور عافیت و تندرستی کے لیے دست بدعا رہیں۔"

امام البربہاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جب آپ کسی شخص کو حاکم وقت کے خلاف بددعا کرتے دیکھیں تو جان لیں کہ وہ نفسانی خواہشات کا پیروکار ہے اور اگر آپ کسی کو حاکم وقت کے حق میں دعائے خیر و اصلاح کرتے ہوئے پائیں تو جان لیں کہ وہ ان شاء اللہ سنت کا پیروکار ہے۔"

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اگر مجھے یقین ہو کہ میری دعا کو شرف قبولیت حاصل ہونے والی ہے تو میں صرف امام المسلمین کے حق میں دعا کروں کیونکہ امام کے راہ راست پر ہونے سے عوام اور ملک کی اصلاح وابستہ ہے۔"(۱)

پھر امام البربہاری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: "ہمیں ان (اولوالامر) کی اصلاح کے لیے دعاگو رہنے کا حکم دیا گیا ہے، ان کے خلاف بددعا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، اگرچہ وہ ظالم و جابر ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ ان کے ظلم و ستم کا وبال انہی پر ہوگا، جبکہ ان کی اصلاح، نیکی و درستگی کا فائدہ خود ان کے لیے اور سب مسلمانوں کے لیے ہے۔"(۲)

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ہم سنت کی پیروی اور جماعت کا التزام کرتے ہیں اور علیحدگی، اختلاف و انتشار اور پھوٹ ڈالنے سے باز رہتے ہیں۔"

جماعت سے مراد:

جماعت سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور قیامت تک آنے والے اور ان کے متبعین پر مشتمل مسلمانوں کی جماعت ہے، لہٰذا ان کی اتباع کرنا سراسر ہدایت اور ان کی مخالفت گمراہی ہے۔

یہ مسلمانوں کے حکمرانوں کی اطاعت اور ان کے خلاف بغاوت سے باز رہنے کے بارے میں اہل

(۱) سیر اعلام النبلاء (۸/۴۳۴)

(۲) شرح السنۃ (۱۱۷)

سنت والجماعت کا عقیدہ ہے، بالخصوص جب اولی الامر اور ان کی حکومت کے سرکردہ لوگ کتاب و سنت پر عمل کرنے اور سلف صالحین کے عقیدہ کو اختیار کرنے کی دعوت دیتے ہوں، نماز کا حکم اور حدود کا نفاذ کرتے ہوں، عوام کے درمیان عدل و انصاف اور ملک میں امن و استحکام کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوں۔ اس صورت میں تمام رعایا پر ان کی اطاعت، ان کی مدد اور ان کے حق میں استقامت، توفیق اور درازی عمر کی دعا کرنا ضروری ہے۔

جہاں تک نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کا تعلق ہے تو اس کا مفہوم شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے الفاظ میں یہ ہے: "ممکنہ حد تک اچھائیوں کا حصول اور ان کی تکمیل، نیز خرابیوں کو ختم کرنا اور ان کو کم کرنا، تاہم اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اصلاح کی نسبت زیادہ فساد کا باعث بن رہا ہو تو اس صورت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مشروع اور جائز نہیں ہوتا اور یہ قول امام احمد سے بھی مشہور ہے۔"[1]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«دَعُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ؛ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلاَفِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ».

جس چیز کا ذکر میں تم سے نہ کروں، وہ مجھ سے نہ پوچھو (یعنی بلا ضرورت سوالات سے گریز کرو) کیونکہ تم سے پہلے لوگ (بے جا) سوال کرنے اور اپنے انبیاء سے اختلاف کرنے کے باعث ہی تباہی و بربادی کا شکار ہوئے، سو جس چیز سے میں منع کروں، اس سے باز رہو اور جس چیز کا میں تمہیں حکم دوں، اس پر بقدر استطاعت عمل کرو۔[2]

(۱) ملاحظہ ہو الاستقامۃ (۱/۳۳۰)

(۲) صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ و صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر۔

محدثین اور فقہا کے ہاں سنت کا مفہوم

سنت کا لغوی معنی راستہ اور نمونہ ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ، شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتَّى لَوْ دَخَلُوْا فِي جُحْرِ ضَبٍّ لاتَّبَعْتُمُوهُمْ قُلْنَا يَارَسُولَ اللهِ! اليَهُودُ وَالنَّصَارى؟ قال: «فمن»

تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طور طریقوں کو بالشت برابر یا ہاتھ برابر ضرور اپناؤ گے (یعنی تم ان کے شانہ بشانہ ہو کر چلو گے) یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ (سانڈا) کی بل میں داخل ہوئے ہوں تو تم ضرور ان کے پیروی کرو گے، ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ کی مراد یہود و نصارا ہیں؟ فرمایا: اور کون؟[1]

اور صحیح مسلم ہی میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةً حسَنَةً، فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً، فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ»

جس نے اسلام میں کسی بہتر طریقے کو رواج دیا، پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو اسے اس پر عمل کرنے والے کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا اور عمل کرنے والے کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے اسلام میں کوئی برا راستہ ایجاد کیا، پھر اس کے بعد اسے اختیار کیا گیا تو اسے اس پر عمل کرنے والوں کی طرح گناہ ہو گا اور (ان غلط راستے پر چلنے والوں) کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔[2]

(۱) صحیح مسلم (۴/۲۰۵۴)

(۲) حوالہ سابقہ (۴/۲۰۵۹)

اس حدیث مبارک میں سنت نبوی کو زندہ کرنے' اسے لوگوں کے درمیان پھیلانے اور انہیں اس کی اتباع کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دینے کے بارے میں ترغیب وانگیخت وارد ہے۔

سنت کا ایک معنی قبیح یا بدصورت ہے ۔جیسے لسان العرب میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی تو ایک قبیح سنت یعنی بدصورت آدمی کھڑا ہوا۔[1]

اور صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ :

(فَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ الَّذِي سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ لِكُلِّ امْرِىءٍ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْراً).

خبیب رضی اللہ عنہ ہی وہ شخص ہیں' جنھوں نے ہر مسلمان مرد کے لیے (جسے ناحق سزائے موت دی گئی ہو) دو رکعتیں ادا کرنے کا رواج دیا۔[2]

موطا امام مالک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوسیوں کے معاملے میں فرمایا :

«سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ».

مجوسیوں سے (جزیہ لینے کے لیے) اہل کتاب کا سا طریقہ اپناؤ۔[3]

یعنی جس طرح تم یہود و نصاریٰ سے جزیہ وصول کرتے ہو' اسی طرح مجوسیوں سے کرو۔ اور صحیح بخاری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

«أَبْغَضُ النَّاسِ مُبْتَغٍ فِيْ الإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ».

اسلام میں جاہلیت کا طور و طریقہ تلاش کرنے والا شخص تمام لوگوں سے بدتر اور مبغوض ہے۔[4]

---

(۱) لسان العرب لابن المنظور (۱۳/ ۲۲۴)

(۲) صحیح بخاری کتاب الجهاد (٦/ ١٦٦) و کتاب المغازی (۲۸/۱۰)

(۳) الموطأ' کتاب الزکوۃ : (۴۲) ' اس حدیث کو امام مالک نے جعفر بن محمد عن ابیہ عن عمر بن الخطاب روایت کیا ہے لیکن سند میں انقطاع ہے کیونکہ جعفر کے باپ محمد کی ملاقات حضرت عمر سے ثابت نہیں ہے ۔ لیکن مجوسیوں سے جزیہ لینا دوسری روایات سے ثابت ہے' کیونکہ مجوسی بھی تورات و انجیل کے علاوہ کسی کتاب کو ماننے والے ہیں' مگر انہوں نے اپنی کتاب میں اس قدر تحریف کی کہ بالآخر وہ اسے بھول گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جزیہ وصولنے کا حکم دیا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ہجر" کے مجوسیوں سے جزیہ لیا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے احکام القرآن للشافعی (ص ۵۴)

(۴) بخاری : کتاب الدیات (۲۱۰/۱۲)

امام ترمذی حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مشرکین کے ایک درخت سے ہوا' جو "ذات انواط" کے نام سے معروف تھا' وہ لوگ اس پر اپنا اسلحہ لٹکایا کرتے تھے' (بعض) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول ! ہمارے لیے بھی ان کی طرح کا کوئی ذات انواط (درخت) مقرر فرما دیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

«سُبْحَانَ اللهِ! هٰذَا كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسىٰ : ﴿ ٱجْعَل لَّنَآ إِلَـٰهًا كَمَا لَهُمْ ءَالِهَةٌ ﴾ وَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهِ! لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ».

سبحان اللہ! یہ تو ایسے ہی ہے جیسے قومِ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ ان کے معبودوں کی طرح ہمارے لیے بھی کوئی معبود متعین کر دو' اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طور طریقوں کو ضرور اپناؤ گے یعنی تم میں خلاف شرع امور جنم لیں گے۔[1]

سنن ترمذی ہی میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

«مَنْ سَنَّ سُنَّةَ خَيْرٍ فَاتُّبِعَ عَلَيْهَا فَلَهُ أَجْرُهُ، وَمِثْلُ أُجُورِ مَنِ اتَّبَعَهُ، غَيْرَ مَنْقُوصٍ مِنْ أُجُورِهِم شَيْئًا، وَمَنْ سَنَّ سُنَّةَ شَرٍّ فَاتُّبِعَ عَلَيْهَا كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهُ، وَمِثْلُ أَوْزَارِ مَنِ اتَّبَعَهُ، غَيْرَ مَنْقُوصٍ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا».

جس نے کوئی خیر و بھلائی کا طریقہ ایجاد کیا' پھر اس پر لوگوں نے عمل کیا تو اسے اس کا اور پیروی کرنے والوں کے اجر و ثواب کا سا اجر و ثواب حاصل ہو گا اور پیروکاروں کے اجروثواب سے کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی' اور جس نے کوئی شر کا طریقہ ایجاد کیا' پھر لوگوں نے اس کی پیروی کی تو اس پر اس کا اور پیروکاروں کے بوجھوں جیسا بوجھ ہو گا' اور پیروکاروں کے بوجھوں میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔[2]

علاوہ ازیں اس کے بارے میں بہت سی احادیث و آثار وارد ہیں جو کتب حدیث جوامع' سنن اور مسانید میں موجود ہیں' سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سنت کا لغوی معنی طریقہ اور راستہ ہے۔

---

(۱) سنن الترمذی' ابواب الفتن (۴/ ۴۷۵) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۲) سنن ترمذی' ابواب العلم (۵ / ۴۳) و مسند احمد (۲ / ۵۰۵) امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

سنت کا اصطلاحی مفہوم

اغراض و مقاصد کے مختلف ہونے کے اعتبار سے سنت کا اصطلاحی مفہوم بھی بدل جاتا ہے۔

قرآن و سنت کے باہمی تعلق کی بنا پر سنت کی تین اقسام ہیں:

(۱) پہلی قسم یہ ہے کہ سنت اجمالی طور پر قرآنی احکام ہی کی تائید اور موافقت کرتی ہو' اس کی مثال وہ احادیث ہیں جو نماز' زکوٰۃ' حج اور روزے کے احکام و مسائل کا ذکر کیے بغیر ان کی فرضیت کا فائدہ دیتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلَىٰ خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَصَومِ رَمَضَانَ، وَحَجِّ الْبَيْتِ».

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں' نماز قائم کرنا' زکوٰۃ ادا کرنا' رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔[1]

یہ حدیث شریف درج ذیل فرامین ربانی کے موافق ہے:

﴿ وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ ﴾ [البقرة: ۱۱۰].

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

اور فرمایا:

﴿ وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلْبَيْتِ مَنِ ٱسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ﴾ [آل عمران: ۹۷].

صاحب حیثیت لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا' اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

اور فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ ﴾ [البقرة: ۱۸۳]

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔

(۱) صحیح بخاری کتاب الایمان رقم حدیث (۸) مسلم' کتاب الایمان رقم حدیث (۲۲)

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيْبِ نَفْسِهِ».

مسلمان کا مال اس کی اجازت و رضا کے بغیر (کسی دوسرے کے لیے) حلال نہیں ہے۔[1]

یہ حدیث درج ذیل فرمان الٰہی کے عین مطابق ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ﴾ [النساء: ۲۹].

اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ' مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے آپس میں تجارت ہو (تو جائز)۔

(۲) سنت کی دوسری قسم وہ ہے جو قرآنی احکام کے لیے بطور تفسیر بیان کی جائے' یعنی قرآن کے مطلق کو مقید' مجمل کو مفصل' اور عام کو خاص کرتی ہو۔ اس کی مثال وہ احادیث ہیں جو نماز' زکوٰۃ' روزہ' حج' خرید و فروخت (بیوع) اور نکاح وغیرہ کے احکام و مسائل کی تفصیلات بیان کرتی ہیں۔

یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ کی احادیث کی بڑی تعداد کا تعلق سنت کی اسی قسم سے ہے' یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مفسر قرآن اور شارع احکام کی حیثیت سے مبعوث فرمایا ہے۔

(۳) سنت کی تیسری قسم ان مسائل سے متعلق ہے کہ جن کے حکم کے بارے میں قرآن کریم خاموش ہے' نہ ان کا اثبات و وجوب کرتا ہے اور نہ نفی و ممانعت' مثلاً وہ احادیث جو نکاح میں عورت اور اس کی پھوپھی' یا اس کی اور اس کی خالہ کو جمع کرنے' نیز گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے کی حرمت کو ثابت کرتی ہیں اور ایسے ہی وہ احادیث جو شفعہ کے احکام اور دادی کے حق وراثت کو ثابت کرتی ہیں۔ اس قسم کی اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں۔

یاد رہے کہ یہ امام شافعی' امام ابن قیم اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ کی تقسیم ہے۔

محدثین کے نزدیک سنت کا مفہوم:

نبی کریم ﷺ کا قول' فعل' تقریر' آپ کی صفات و اوصاف' پیدائشی ہوں یا اخلاقی' قبل از

(۱) یہ حدیث شواہد و طرق کے ساتھ صحیح ہے' اس حدیث کو صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے' جن میں سے چند یہ ہیں ابو حرہ رقاشی اپنے چچا سے' ابو حمید ساعدی' عمرو بن یثربی اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔
(۱) ان کی احادیث کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ارواء الغلیل (۱۴۵۹)

نبوت کی ہوں، یا اس کے بعد کی، ان میں سے جو چیز آپ ﷺ سے منقول ہو، وہ محدثین کے ہاں سنت کہلاتی ہے،

اس کی مثال سنن ترمذی میں مروی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ:

(لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ، شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، ضَخْمُ الرَّأْسِ، ضَخْمُ الْكَرَادِيسِ، طَوِيلُ الْمَسْرُبَةِ، إِذَا مَشَي تَكَفَّأَ تَكَفُّؤًا كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ، لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ ﷺ).

نبی کریم ﷺ نہ (زیادہ) لمبے تھے اور نہ چھوٹے قد کے، آپ (ﷺ قدرے چھوٹی مگر) سخت ہتھیلیوں اور ٹھوس قدموں والے، بڑے سر اور مضبوط جوڑوں والے اور سینے سے ناف تک بالوں والے تھے، جب چلتے تو ایسے قدم جماکر چلتے کہ گویا آپ (ﷺ) ڈھلوان سے اتر رہے ہیں میں نے آپ (ﷺ) سے پہلے اور بعد کوئی آپ (ﷺ) جیسا نہیں دیکھا۔[۱]

اسی طرح کی ایک دوسری حدیث، جسے امام مسلم و ترمذی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

(مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَهُ شَعَرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ، بُعَيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، لَمْ يَكُنِ الْقَصِيرُ وَلَا بِالطَّوِيلِ).

سرخ (دھاری دار) جبہ میں ملبوس اور لمبی زلفوں والے نبی کریم (ﷺ) سے بڑھ کر میں نے کوئی خوبصورت نہیں دیکھا، آپ (ﷺ) کے بال کندھوں تک پہنچتے تھے، آپ (ﷺ) چوڑے کندھوں (یعنی سینے) والے تھے، نہ زیادہ دراز قد اور نہ (زیادہ) چھوٹے تھے۔[۲]

یہی وجہ ہے کہ محدثین نے نبی کریم ﷺ کی صفات و عادات مبارکہ کو کتب احادیث، جوامع و مسانید اور شمائل نبویہ کے لیے مخصوص کتب، جن میں سب سے زیادہ مشہور کتاب "شمائل ترمذی" ہے، میں جمع کرنے کا اہتمام کیا۔

فقہا کے نزدیک سنت کا مفہوم:

فقہا اور اہل اصول کے نزدیک سنت کا اطلاق صرف نبی کریم ﷺ سے منقول آپ ﷺ کے قول،

(۱) سنن ترمذی (۵۹۸/۵) اور اسے حسن صحیح کہا ہے۔ و مستدرک حاکم (۶۰۶/۲) اور اس کو صحیح کہا ہے۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الفضائل (۱۸۱۸/۴) و سنن ترمذی (۲۱۹/۴)

فعل اور تقریر پر ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا زیادہ تر اہتمام اوامر و نواہی کے متعلق ہوتا ہے تاکہ وہ ان اقوال و افعال اور تقاریر سے فقہی مسائل کا استنباط کر سکیں، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کے اخلاق و اوصاف اور آپ ﷺ کی پاکیزہ سیرت و صفات ان کے دائرہ تحقیق سے باہر ہیں۔

بہرکیف مذکورہ معانی و مفاہیم کے لحاظ سے سنت شرعی طور پر مطلوب و مقصود ہے اور امت کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ سنت اسلامی قانون سازی کے مصادر و ماخذ میں سے ایک (اہم) مصدر ہے اور اس لیے بھی کہ سنت کتاب اللہ کی تفسیر و شرح اور اس کے عموم کو خاص کرتی ہے۔ قرآن کریم چونکہ مجمل اور معجز کے اسلوب میں نازل ہوا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت عالیہ کا تقاضا تھا کہ وہ اپنی کتاب کی تفسیر و توضیح کے لیے کسی ایسے شخص کو رسول بنا کر بھیجے جو اپنے قول و فعل اور تقریر سے قرآن کریم کی تفسیر کرے اور اس کی مراد واضح کرے تاکہ بندگان خدا پر حجت قائم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ [الجمعة: ۲].

وہی تو ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیات پڑھتا اور ان کو پاک کرتا اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"دَعُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ سُؤَالُهُمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ".

جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں، تم مجھے چھوڑے رکھو (یعنی جس چیز سے میں خاموشی اختیار کروں، اس کی بابت مجھ سے مت پوچھو) اس لیے کہ تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء سے (زیادہ) سوال اور اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے، سو جب میں تمہیں کسی بات سے روکوں تو اس سے رک جاؤ اور اگر میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو قدر استطاعت اس کی تعمیل کرو۔[۱]

(۱) بخاری (۲۵۱/۱۳)

اور سنن نسائی میں نضر بن شیبان کا قول مروی ہے کہ جس نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے کہا کہ مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے اپنے باپ اور آپ کے والد نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو‘ کیونکہ آپ کے والد اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کسی کا کوئی واسطہ نہیں ہے تو انہوں نے فرمایا: ہاں‘ میرے باپ نے مجھے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فَرَضَ صِيَامَ رَمَضَانَ عَلَيْكُمْ، وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ، فَمَنْ صَامَهُ وَقَامَهُ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ».

بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان المبارک کے روزے فرض کئے ہیں اور میں نے اس کا قیام تمہارے لیے سنت ٹھہرایا ہے‘ سو جس نے بحالت ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اور اس کا قیام کیا تو وہ گناہوں سے ایسے پاک و صاف ہو جاتا ہے‘ جیسے وہ اپنے یوم پیدائش کے وقت (بے گناہ) تھا۔[۱]

اور صحیح بخاری اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

«صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ» ثُمَّ قَالَ «صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ» ثُمَّ قَالَ عِنْدَ الثَّالِثَةِ: «لِمَنْ شَآءَ».

مغرب سے پہلے دو رکعات نماز پڑھو‘ پھر فرمایا: مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو‘ پھر تیسری مرتبہ فرمایا: جو چاہے۔

راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے (لمن شاء) اس لیے فرمایا کہ کہیں لوگ اسے سنت اور طریقہ نہ بنا لیں۔[۲]

مذکورہ بحث کا ماحصل یہ ہے کہ سنت‘ خواہ محدثین کے مفہوم میں ہو‘ یا فقہا کی اصطلاح میں ہر لحاظ سے امت کے لیے قابل حجت و عمل ہے۔

---

(۱) نسائی (۴/۵۸) ابن ماجہ (۱/۴۲۱)
دونوں قاسم بن فضل سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ہمیں نضر بن شیبان نے یہ حدیث اسی طرح بیان کی ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں یہ غلط ہے‘ درست یہ ہے کہ ابو سلمہ عن ابی ھریرۃ۔

(۲) صحیح بخاری (۳/ ۵۹) و مسند احمد (۵/ ۵۵)

سنت کی جانچ پڑتال اور اس پر عمل کرنے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذوق و شوق

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی تربیت یافتہ وہ اولین جماعت ہے‘ جن کے اخلاق و کردار پر اور قلوب و اذہان میں تربیت نبوی کا عکس جھلکتا تھا‘ ان کے ظاہری اعمال اور باطنی افکار چشمہ صافی کی طرح صاف و شفاف تھے‘ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ان کے لیے بطور رہبر و رہنما تھی‘ وہ آپ ﷺ کو ایک بہترین مربی و معلم کے روپ میں دیکھتے تھے۔

اعتقادات‘ عبادات اور معاملات میں اپنے آقا و مرشد کی اتباع و اقتداء ان کے لیے باعث صد افتخار تھی۔ آپ ﷺ کی اطاعت کرنے میں وہ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں رہتے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا‘ کہ محسن انسانیت ﷺ نے انہیں تاریکی اور ضلالت و گمراہی کی شب دیجور سے نکال کر رشد و ہدایت کے اجالوں میں لا کھڑا کیا تھا۔

صحابہ کرام جہاں اپنے اختلافات اور جھگڑوں کو ختم کروانے کے لیے دربار نبوی کا رخ کرتے تھے‘ وہاں اچانک پیش آنے والے واقعات و حادثات میں نبی کریم ﷺ سے رہنمائی حاصل کرتے کہ جن کے بارے میں کوئی قرآنی حکم نہ ہوتا کیونکہ آپ ﷺ ہی سب سے زیادہ مقاصد قرآن اور اس کی تفسیر کا علم رکھنے والے تھے۔

ایک دن نبی کریم ﷺ کو غصہ آگیا اور صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

«إِنِّي أَتْقَاكُمْ لِلّٰهِ، وَأَعْلَمُكُمْ بِحُدُوْدِهِ».

میں تم سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھنے اور اس کی حدود و قیود کو تم سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔

آپ ﷺ نے یہ الفاظ اس وقت فرمائے جب آپ کو ایک شخص کی یہ بات معلوم ہوئی کہ میں تو رسول اللہ ﷺ کی طرح نہیں ہوں‘ اللہ تعالیٰ جو چاہیں اپنے رسول کے لیے حلال قرار دیں۔

یہ واقعہ یوں ہے کہ اس آدمی نے اپنی بیوی کو ازواج مطہرات کے پاس بھیجا کہ حالت صوم میں بیوی کا بوسہ لینے کے حکم کے متعلق پوچھے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اسے بتایا کہ نبی

ﷺ (کبھی کبھار) روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے ہیں۔ (۱)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کی مجالس و محافل میں بڑے ذوق و شوق سے شریک ہوتے، حتیٰ کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہونے کے لیے باری مقرر کر لیتے تھے۔

امام بخاری اپنی جامع صحیح میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ "بنو امیہ بن زید قبیلہ میں میرا ایک انصاری پڑوسی تھا، ہم نے آپس میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہونے کی باری مقرر کر رکھی تھی، چنانچہ ایک دن وہ آپ ﷺ کی مجلس میں جاتا اور ایک دن میں، واپسی پر ہم ایک دوسرے کو آپ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی اور دیگر ارشاد کردہ مسائل سے آگاہ کرتے۔ (۲)

صحابہ کرام میں ایسے متلاشیان علم و معرفت بھی تھے کہ جو محض ایک شرعی مسئلہ میں استفسار کے لیے دور دراز کا سفر طے کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے انہیں بتلایا کہ میں نے تمہیں اور تمہاری بیوی کو دودھ پلایا ہے (یعنی تم دودھ شریک بہن بھائی ہو) حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ مکہ میں تھے، جب یہ بات سنی تو فوراً مدینہ منورہ کے لیے رخت سفر باندھا، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر آپ ﷺ سے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے کہ جس نے لاعلمی میں اپنی رضاعی بہن سے شادی کر لی ہو؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ؟» . جب بتایا جا چکا تو استفسار کیسا؟

چنانچہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنی بیوی سے جدائی اختیار کر لی۔ (۳)

اس طرح صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کی زندگی میں آپ کی اطاعت کرتے، زمانہ نزول قرآن میں آپ کے احکام و اوامر کی اتباع کرتے اور آپ کے منع کردہ امور سے باز رہتے، یہی اطاعت و فرمانبرداری کی کیفیت نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بھی ان میں مسلسل برقرار رہی۔

جس طرح نبی کریم ﷺ کی اطاعت آپ کی زندگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فرض تھی، ایسے ہی آپ کے بعد سنت رسول کی اطاعت صحابہ کرام اور ان کے بعد کے تمام مسلمانوں پر واجب ہے،

(۱) الرسالہ للشافعی (ص ۴۰۴) مسند احمد (۵/ ۴۳۴) البخاری مع الفتح (۹/ ۱۵۲) مسلم (۲/ ۷۷۹)

(۲) صحیح بخاری، کتاب العلم (۱/ ۱۸۵) صحیح مسلم (۲/ ۱۱۱۱) سنن ترمذی (۵/ ۴۲۱) و مسند احمد (۱/ ۳۳)

(۳) صحیح بخاری، العلم (۱/ ۱۸۴) و الشهادات (۵/ ۲۵۱)

کیونکہ قرآن و احادیث کی جو نصوص آپ ﷺ کی اطاعت کو واجب قرار دیتی ہیں، وہ عام ہیں، آپ ﷺ کے زمانہ حیات کے ساتھ مقید نہیں، نیز آپ کی اطاعت صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے خاص نہیں تھی، بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے درج ذیل فرمان میں اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے :

«تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ، لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللهِ، وَسُنَّتِي» . میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان کو تھامے رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ (وہ) اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے۔ (۱)

امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

«كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى» قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ! وَمَنْ يَأْبَى؟! قَالَ: «مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَي» . میری ساری امت جنت میں داخل ہو گی، مگر جس نے انکار کیا، صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس کا کون انکار کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی، وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے انکار کیا۔ (۲)

امام بیہقی "المدخل الکبیر" میں اپنے طریق سے حبیب بن ابی فضالہ مکی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے مسئلہ شفاعت بیان کیا، حاضرین میں سے ایک آدمی نے کہا: اے ابو نجید! آپ ہمیں جو احادیث بیان کرتے ہیں، ہم ان کی اصل قرآن میں نہیں پاتے، حضرت عمران غصہ میں آگئے اور اس آدمی سے کہنے لگے: کیا تو نے قرآن پڑھا ہے؟ کہا: ہاں، فرمایا: کیا تجھے عشاء کی چار، مغرب کی تین، فجر کی دو اور ظہر و عصر کی چار چار رکعات کا حکم قرآن سے ملا ہے؟ کہا، نہیں۔ فرمایا: پھر تم نے یہ علم کس سے حاصل کیا؟ کیا یہ تم نے ہم سے اخذ نہیں کیا؟ اور ہم نے اسے رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا ہے۔ پھر یہ کہا: یا کیا تم قرآن کریم میں یہ پاتے ہو کہ ہر چالیس بکریوں میں ایک بکری برائے زکوٰۃ واجب ہے؟ اور کیا تم اونٹوں اور درھموں کی زکوٰۃ کا نصاب قرآن میں پاتے ہو؟ کہا، نہیں، فرمایا: کہ پھر یہ نصاب تم نے کس سے معلوم کیا؟ کیا یہ تم نے ہم سے

(۱) موطا امام مالک، کتاب القدر و مسند احمد (۳/ ۱۴) و معجم طبرانی (۲۶۷۸-۲۶۷۹)

(۲) صحیح بخاری، الاعتصام (۱۳/ ۲۴۹)، و مسند احمد (۲/ ۳۶۱)

معلوم نہیں کیا؟ اور ہم نے اسے رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا ہے۔ نیز فرمایا: قرآن کریم میں تم یہ آیت پاتے ہو:

﴿ وَلْيَطَّوَّفُوا۟ بِٱلْبَيْتِ ٱلْعَتِيقِ ﴾ [الحج: ٢٩]. اور چاہیئے کہ وہ قدیم گھر کا طواف کریں۔

تو کیا قرآن کریم میں یہ کہیں ہے کہ سات چکر لگاؤ اور مقام ابراہیم پر دو رکعتیں ادا کرو؟ یا کیا تم قرآن کریم میں یہ حکم پاتے ہو؟

«لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا شِغَارَ فِي الإِسْلَامِ؟». مال زکوٰۃ کو ایسی جگہ طلب کرنا جہاں عامل زکوٰۃ ڈیرہ ڈالے ہو تاکہ اس میں زکوٰۃ وصول کریں درست نہیں۔ (بلکہ چاہیئے کہ وہ خود صاحب زکوٰۃ کے پاس جاکر وصول کریں) اور اسی طرح نکاح تبادلہ بغیر مہر کے جس کو اٹا سٹا بھی کہتے ہیں' اسلام میں جائز نہیں۔ (١)

کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟

﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ﴾ [الحشر: ٧]. رسول تم کو جو کچھ دے' اس کو لے لو اور جس سے منع کر دے' اس سے باز آجاؤ۔

پھر عمران بن حصین نے فرمایا کہ: ہم نے نبی کریم ﷺ سے کئی ایسی چیزوں کا علم حاصل کیا جن کے متعلق تمہیں کچھ علم نہیں ہے۔ (٢)

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں مختصراً اور امام حاکم نے مستدرک میں مفصلاً روایت کیا ہے۔ (٣)

اس کی سند میں حبیب بن ابی فضالہ اور ان سے روایت کرنے والے صرد بن ابی المنازل دو

(١) اس حدیث کے اور معنی بھی مراد لئے گئے ہیں۔

(٢) یہ حدیث مدخل کبیر کے مفقود حصے میں ہے اس لئے میں نے اسے تحقیق شدہ مدخل میں شامل نہیں کیا۔

(٣) سنن ابی داؤد (٢/٢١١)' مستدرک حاکم (١/١٠٩) اس میں یہ اضافہ ہے کہ آدمی (سائل) نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے مجھے (علمی طور پر) زندہ کر دیا ہے' اللہ آپ کی عمر دراز کرے۔ امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ مذکورہ سائل نے اتنا علم حاصل کیا کہ وہ اپنی زندگی ہی میں فقہا امت میں شمار ہونے لگا۔

ایسے راوی ہیں جن کی ابن حبان کے علاوہ کسی نے توثیق نہیں کی۔ (١)

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بسا اوقات نبی کریم ﷺ سے سنی ہوئی حدیث کی تحقیق کے لیے سفر کرتے کہ مبادا روایت حدیث میں کوئی غلطی سرزد نہ ہو جائے۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ ایک ایسی حدیث کے بارے میں تحقیق کی غرض سے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی طرف سفر کے لیے نکلے جسے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ نبی کریم ﷺ سے سننے والوں میں سے کوئی باقی نہیں رہا تھا۔ ابو ایوب رضی اللہ عنہ مصر پہنچے' امیر مصر مسلمہ بن مخلد انصاری کو آپ کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے بڑی خوشی سے آپ کا استقبال کیا اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے معانقہ کیا اور پوچھا: ابو ایوب رضی اللہ عنہ کیسے آنا ہوا؟ کہا: ایک حدیث کے سلسلے میں آیا ہوں' جسے میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے' اب اس حدیث کی سماعت نبی کریم ﷺ سے کرنے والوں میں سے میرے اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ میرے ساتھ کوئی ایسا آدمی بھیجیں جو ان کے گھر کی طرف میری رہنمائی کر سکے' راوی کہتے ہیں: مسلمہ نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک شخص کو حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کے گھر کا راستہ بتانے کے لیے بھیجا' عقبہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو وہ استقبال کے لیے گھر سے جلدی سے باہر آئے اور بغل گیر ہوئے' حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مقصد آمد پوچھا' ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک حدیث کی بابت معلوم کرنے آیا ہوں جو مومن کی پردہ پوشی کرنے کے متعلق ہے اور اسے نبی کریم ﷺ سے سماعت کرنے والوں میں سے سوائے میرے اور آپ کے کوئی باقی نہیں رہا۔ چنانچہ عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں' میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«مَنْ سَتَرَ مُؤْمِنًا فِي الدُّنْيَا عَلَى خِزْيَةٍ، سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». جس نے دنیا میں کسی مومن کی برائی کی پردہ پوشی کی' روز قیامت اللہ تعالیٰ اس (کے گناہوں) پر پردہ ڈالیں گے۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے سچ فرمایا' چنانچہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری کی طرف رخ کیا' اس پر سوار ہوئے اور مدینہ منورہ واپس پہنچ گئے۔ (٢)

خلیفہ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حدیث پر عمل کرنے میں سب سے آگے ہوتے اور پیش

(١) کتاب الثقات (٤/ ١٣٨) (٦/ ٤٧٨) حبیب بن فضالہ کی حسن بصری اور صرد بن ابی المنازل کی عقبہ بن خالد نے متابعت کی ہے۔

(٢) معرفة علوم الحديث (ص ٨)' والجامع لأخلاق الراوي والسامع: (رقم ١٦٨٧)

آمدہ مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نبی ﷺ کی حدیث کے متعلق ہمیشہ استفسار کرتے رہتے۔

امام ابوداؤد اپنی سنن میں اور ترمذی اپنی جامع میں زہری سے، وہ قبیصہ بن ذویب سے روایت کرتے ہیں کہ:

(جَاءَتْ جَدَّةٌ إِلَىٰ أَبِي بَكْرٍ رضي الله عنه تَسْأَلَ مِيرَاثَهَا، فَقَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ: مَا أَجِدُ لَكِ فِي كِتَابِ اللهِ شَيْئًا، وَمَا عَلِمْتُ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ شَيْئًا، فَارْجِعِي حَتَّى أَسْأَلَ، فَسَأَلَ النَّاسَ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ: حَضَرْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنَّهُ أَعْطَاهَا السُّدُسَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ؟ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، وَشَهِدَ عَلَىٰ ذٰلِكَ، وَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَأَنْفَذَهُ أَبُو بَكْرٍ، وَوَرَّثَ الْجَدَّةَ السُّدُسَ).

ایک دادی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور اپنا حصہ وراثت مانگنے لگی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: میں آپ کے لیے اللہ کی کتاب میں کچھ نہیں پاتا اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں مجھے (اس بارے میں) کچھ علم نہیں آپ لوٹ جائیں، یہاں تک کہ میں لوگوں سے اس بارے میں پوچھ لوں، چنانچہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میری موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ کے ساتھ کوئی اور شخص بھی تھا؟ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے قول کی تصدیق کی اور گواہی دی۔ تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس حکم کو نافذ کیا اور دادی کو چھٹے حصہ کا مستحق قرار دیا۔[1]

صحیح بخاری اور مسند احمد کی ایک طویل حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فرمان منقول ہے کہ:

يَقُولُ أَبُو بَكْرٍ رضي الله عنه: (لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ، وَإِنِّي أَخْشَىٰ إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيْغَ).

میں رسول اللہ (ﷺ) کے اعمال میں سے کسی چیز کا تارک نہیں ہوں، بلکہ میں تو آپ کے عمل کے مطابق ہی کام کرتا ہوں، مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے آپ ﷺ کے کسی حکم کو چھوڑ دیا تو بہک جاؤں گا۔[2]

(۱) ابوداؤد (۳/۳۱۷)، ترمذی (۴/۴۲۰) اور امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

(۲) صحیح بخاری (۶/۱۹۷) و مسند احمد (۱/۶) دونوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

گویا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے قول پر گواہی طلب کرکے اصول دین میں ایک قانون وضع کر دیا ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کی تحقیق اور اس میں تدقیق و احتیاط کا پہلو ہے۔

اس قسم کی جانچ پڑتال اور بحث و کرید سے ایک نئے علم، علم جرح و تعدیل کا ظہور ہوا، پھر یہ علم صحیح و ضعیف حدیث کی پہچان کے لیے کسوٹی کی صورت اختیار کر گیا، چنانچہ اب وہ اصول، دین کی ایک اہم بنیاد ہے۔[1]

امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "بلاشبہ یہ علم (علم حدیث) دین ہے، پس دیکھو کہ تم اپنا دین کن سے حاصل کرتے ہو، یاد رکھو! مسجد نبوی کے ان ستونوں کے پاس میں نے ستر آدمیوں کو حدثنی فلان، قال قال رسول اللہ ﷺ کہتے ہوئے سنا، مگر میں نے ان سے کوئی روایت نہیں لی اور یقیناً اگر ان میں سے کسی ایک کو بیت المال کا محافظ بنایا جاتا تو بلاشبہ وہ امین ثابت ہوتا، اور ابن شہاب رحمہ اللہ ہمارے یہاں تشریف لاتے تو ہم ان کے لیے دروازے پر امڈ پڑتے تھے۔[2]

حماد بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم انس بن سیرین رحمہ اللہ کی تیمارداری کرنے کے لیے ان کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا: اے نوجوانوں کی جماعت! اللہ سے ڈرو، یہ احادیث تمہارا دین ہیں، جن سے تم علم حدیث حاصل کرو ان کے بارے میں تحقیق و کرید کر لیا کرو۔[3]

امام مسلم اپنی "صحیح" کے مقدمہ میں ابن سیرین رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں: "پہلے لوگ سند کے بارے میں نہیں پوچھا کرتے تھے، چنانچہ جب فتنہ برپا ہوا تو اہل علم سند کے راویوں کے نام پوچھنے لگے۔ راوی اگر اہل سنت ہوتے تو ان کی حدیث کو قبول کر لیا جاتا، اگر وہ اہل بدعت میں سے ہوتے تو ان کی حدیث کو مسترد کر دیا جاتا۔[4]

حافظ ابن اثیر رحمہ اللہ اپنی کتاب "جامع الاصول" کے مقدمہ میں ابن سیرین کا قول ان الفاظ

(۱) اس موقع پر جرح و تعدیل کے موضوع پر مصنف کی مشہور و معروف کتاب "دراسات فی الجرح والتعدیل" کا مطالعہ مفید ہو گا۔

(۲) التمہید (۱/۶۷)

(۳) المحدث الفاصل (ص ۴۱۵)

(۴) مقدمہ صحیح مسلم (ص: ۸۴)

میں ذکر کرتے ہیں: "پہلے زمانے میں لوگ سند کے بارے میں سوال نہیں کرتے تھے، پھر جب فتنہ و فساد کا ظہور ہوا تو سند کے متعلق پوچھنے لگے، تاکہ اہل سنت کی احادیث کو قبول کریں اور اہل بدعت کی احادیث کو مسترد کر دیں، بلاشبہ اس وقت لوگ قوی حافظہ اور پختہ یادداشت کے مالک تھے۔ یاد رہے کہ بعض لوگ اپنی نیکی و تقویٰ کے باوجود گواہی ادا نہیں کرسکتے اور نہ ہی یاد رکھ سکتے تھے۔"[1]

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ اپنی کتاب "التمهيد لما في الموطا من المعاني والأسانيد" کے مقدمہ میں امام شعبہ رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ "ہم صحت حدیث کی پہچان، صحت سند سے کرتے ہیں۔"

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ اپنی سند سے اہل شام کے امام اوزاعی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ: سند کے ضیاع سے علم ضائع ہو جاتا ہے۔"

خطیب بغدادی رحمہ اللہ اپنی کتاب "الكفاية في علم الرواية" میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں ان کے بھائی نے کہا: تم لوگوں کو بغیر سند کے حدیث بیان کرو۔ تو امام سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: "دیکھو! یہ مجھے حکم دے رہا ہے کہ میں گھر کی چھت پر بغیر سیڑھی کے چڑھ جاؤں۔"[2]

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کس انداز سے علم حدیث کی بنیاد رکھی، تاکہ کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف اپنی خود ساختہ بات منسوب نہ کر سکے۔

ائمہ محدثین رحمہ اللہ نے راویان حدیث کی تاریخ ولادت و وفات کا ذکر بڑے اہتمام سے کیا ہے، تاکہ ان کے حالات زندگی اور ان کے دعویٰ سماع اور ملاقات مشائخ کے بارے میں بحث و تحقیق مکمل ہو سکے، نیز اس طرح وہ اس بات کو بھی احاطہ تحریر میں لائے ہیں کہ حصول علم حدیث کے لیے راوی نے کس کس ملک، یا شہر کا سفر اختیار کیا ہے، چنانچہ ان کی اس تحقیقی جستجو سے ایسی کتابیں معرض وجود میں آئیں، جو محدثین کی تاریخ ولادت اور وفات کے ساتھ خاص ہیں۔

اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی کتاب (الكفاية) میں سفیان ثوری رحمہ اللہ کا مذکورہ قول اسی

(۱) مقدمہ جامع الاصول

(۲) الكفاية في علم الرواية (ص: ۱۱۵)

حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ "جب راویوں نے جھوٹ سے کام لیا تو ہم نے ان کے لیے تاریخ استعمال کی۔"[1]

حفص بن غیاث فرماتے ہیں: "جب تم کسی راوی کو متہم ٹھہراؤ تو دو عمروں سے اس کا محاسبہ کرو، یعنی ایک راوی کی عمر اور ایک راوی کے استاد کی عمر سے اس کا محاسبہ کرو۔"[2]

ابن جوزی اپنی کتاب "الموضوعات" کے مقدمہ میں حسان بن زید رحمہ اللہ کا قول درج کرتے کہ: جھوٹوں کے خلاف تاریخ کی طرح کوئی اور چیز ممد و معاون ثابت نہیں ہوتی، استاد سے کہا جاتا کہ آپ کا سال ولادت کیا ہے؟ جب وہ اپنی تاریخ پیدائش کا اقرار کرلیتا تو ہمیں اس کے سچ اور جھوٹ کا پتہ چل جاتا۔[3]

امام ابوعبداللہ حاکم کہتے ہیں: محمد بن حاتم الکشی ہمارے پاس آ کر عبد بن حمید سے روایت بیان کرنے لگے تو میں نے اس سے اس کی تاریخ ولادت کے متعلق پوچھا، وہ کہنے لگا: میں ۲۶۰ھ میں پیدا ہوا، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ "عبد بن حمید کی وفات تو محمد بن حاتم کی ولادت سے تیرہ سال قبل ہو چکی تھی۔"[4]

اس طرح محدثین کرام رحمہ اللہ نے اس عظیم فن (علم جرح و تعدیل) کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو جھوٹ کی آمیزش سے محفوظ رکھا۔ اس لیے متلاشی حق کے لیے ضروری ہے کہ جب کوئی حدیث ائمہ محدثین کے بنائے ہوئے معیار و اصول پر صحیح ثابت ہوتی ہو تو دل و جان سے اسے قبول کرے اور بے جا شبہات پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے اور نہ خواہشات کا پیروکار بنے خواہ اس کا تعلق اعتقادات سے ہو یا معاملات سے۔ اگر وہ ثابت ہو جائے اور اہل معرفت و علم کی طرف سے اسے سند قبولیت حاصل ہو جائے تو پھر بے جا اور لایعنی قسم کے سوالات سے پرہیز کرے۔ یاد رہے کہ اہل معرفت سے مراد وہ محدثین ہیں کہ جن کو فہم حدیث اور اس کی شرح کا ایک خاص ملکہ حاصل تھا، محدث کی مثال ایک تجربہ کار اور صاحب فہم و بصیرت زرگر کی سی

(۱) الكفاية: (ص ۱۱۹)

(۲) حوالہ سابقہ

(۳) تاریخ بغداد بھی ملاحظہ ہو (۷/۳۵۷)

(۴) فتح المغیث (۳/۲۸۲)، والموضوعات (۱/۳۷)

ہے جو کھری کھوٹی کرنسی اور اصلی و جعلی سونے چاندی کی پہچان میں ماہر ہوتا ہے۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم احادیث سن کر انہیں اپنے ساتھیوں پر پیش کرتے تھے' جس طرح کہ کھوٹے درہموں کو صرافوں کے ہاں لایا جاتا ہے' چنانچہ جن احادیث کو وہ پہچان لیتے انہیں ہم محفوظ کر لیتے اور جن کا انکار کر دیتے' انہیں ہم چھوڑ دیتے۔

کتاب و سنت کے واضح شرعی دلائل اور اجماع امت سے ثابت شدہ امور دین میں علمی تحقیق و تدقیق کے نام سے اختلاف پیدا کرنا ہرگز روا نہیں' بلکہ ان پر ایمان لانا اور ان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنا واجب ہے' نیز شرعی نصوص کا فہم سلف صالحین کے اقوال اور ان کی تفسیر و شروحات سے استفادہ کئے بغیر ناممکن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا ﴾ [النساء: ۱۱۵].

اور جو ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد (بھی) رسول اللہ (ﷺ) کی مخالفت کرے گا اور مومنوں کے راستے کے علاوہ کسی اور راستے پر چلے گا تو جدھر وہ چلتا ہے' ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) اسے جہنم رسید کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔[1]

واضح رہے کہ علمی بحث و تمحیص ان مسائل میں ہی ہونی چاہیئے جن کے دلائل کتاب و سنت سے واضح نہ ہوں' نیز ان مسائل میں اجتہاد کی گنجائش موجود ہو۔ پھر اگر اجتہاد کے اہل کسی شخص کا اجتہاد درست ہوا تو اس کو دو اجر ملیں گے اور جس کا غلط ثابت ہوا اسے ایک اجر ملے گا' جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حدیث کی صحت ثابت ہو جانے کے بعد اس میں قیل و قال کرنا اور اپنی ناقص عقل کو معیار بنا کر اسے رد کرنے کی کوشش کرنا' سراسر جہالت اور گمراہی ہے۔

یہ کہہ دینا تو آسان ہے کہ محدثین بھی بشر تھے' ان سے بھی غلطیاں ہو سکتی ہیں' مگر کیا کوئی ایسی غلطی کی نشاندہی کر سکتا ہے جس کو ائمہ محدثین نے خود واضح نہ کیا ہو اور ان کے بعد آنے والے ہزاروں علماء' جو حدیث کی تحقیق و جستجو کا کام جاری رکھے ہوئے ہیں' اس غلطی کو پکڑنے میں ناکام رہے ہوں؟

(۱) اتباع سنت کی فرضیت کے بارے میں بعض ائمہ کے اقوال توحید الوہیت کی بحث میں ملاحظہ ہوں۔

اصل تو یہ ہے کہ جب کسی حدیث کو محدثین صحیح قرار دیتے ہیں تو اس کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ تمام علل ظاہرہ و باطنہ سے محفوظ ہے نہ اس میں اور قرآن میں کسی قسم کا ٹکراؤ ہے اور نہ اس میں اور کسی دوسری صحیح حدیث میں۔ ایسے ہی نہ کوئی صحیح حدیث عربی زبان کے معروف قاعدوں کے خلاف ہے اور نہ مشاہدہ و محسوسات کے منافی۔

محدث کبیر امام بیہقی رحمہ اللہ اس نقطہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "جب کسی حدیث کو پہلے لوگوں نے صحیح قرار دے دیا ہو تو آنے والوں کے لیے اس میں اختلاف کرنا مناسب نہیں۔" سو جو شخص قرآن کریم کی نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت کی مخالفت کرے گا اس کا کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کے ساتھ اہل بدعت جیسا معاملہ کیا جائے گا۔

کتب حدیث و سنت کی دو بنیادی قسمیں

کتب حدیث و سنت درج ذیل دو بنیادی اقسام پر مشتمل ہیں:

۱- سند- ۲- متن

سند کی تعریف :

سند یا اسناد اس راستے کو کہتے ہیں، جو زمانہ روایت کے کسی مؤلف کتاب سے شروع ہو کر نبی کریم ﷺ کے فرمان تک پہنچائے۔

متن کی تعریف :

نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے صادر ہونے والے الفاظ، یا ان کے معانی کو متن کہا جاتا ہے۔

ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے سنت کی دو قسمیں ہیں: متواتر اور آحاد۔

متواتر : یہ لفظ (وتر) سے ماخوذ ہے اور اس کا لغوی معنی ہے ایک دوسرے کے بعد آنا۔

محدثین کی اصطلاح میں متواتر اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس کو روایت کرنے والی ایسی جماعت ہو جس کا کثرت و ثقاہت کے اعتبار سے جھوٹ پر جمع ہونا عقلاً اور عادتاً ناممکن ہو۔

متواتر کی چار شرائط :

۱- حدیث کے راوی ظن و تخمین سے پاک، پختہ یقین رکھنے والے اور بیان کردہ حدیث کے معانی کو جاننے والے ہوں۔

۲- ان راویوں کے علم کا اعتماد کسی محسوس چیز، مثلاً مشاہدہ یا سماعت پر ہو۔

۳- راویوں کی تعداد اس قدر ہو کہ ان کا عرف عام میں جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن ہو۔

۴- یہ معتبر تعداد شروع سے لے کر آخر تک ہر طبقہ رواۃ میں مسلسل برقرار رہے۔(۱)

(۱) الحدیث حجۃ بنفسہ للألبانی (ص ۱۸- ۱۹)

آحاد کی تعریف اور اس کی اقسام :

جس حدیث میں متواتر کی شروط موجود نہ ہوں اس کو خبر واحد کہتے ہیں۔ اس کو روایت کرنے والا صرف ایک ہی ہو تو اسے غریب، اگر اس کو روایت کرنے والے دو یا زیادہ ہوں تو اسے عزیز اور اگر اس کو جماعت روایت کرنے والی ہو تو اس کو مشہور یا مستفیض کہتے ہیں۔

سنت کی دونوں قسمیں اعتقادات و احکام میں بغیر کسی فرق کے علم کا فائدہ دیتی ہیں، صحابہ کرام، تابعین رحمہم اللہ اور ان کے بعد کے اہل سنت کا سنت کے بارے میں یہی نظریہ تھا۔ البتہ زمانہ قدیم کے معتزلی، اہل بدعت اور موجودہ دور میں ان کی فکر سے متاثر بعض اہل قلم کا کہنا ہے کہ خبر واحد علم (یقینی) کا فائدہ نہیں دیتی، لہٰذا یہ اعتقادات میں قابل حجت نہیں ہے۔ ان کے اس بارے میں جو اعتراضات و شبہات ہیں، وہ سب غیر واضح، غیر صحیح اور غیر معقول ہیں۔ یہ موضوع ایک لمبی اور وسیع بحث کا متقاضی ہے، یہ محدود صفحات اس کے متحمل نہیں۔ اس موضوع میں استفادہ کے لیے قارئین کرام کو امام ابن قیم کی کتاب "الصواعق المرسلہ" اور علامہ محمد ناصر الدین البانی کی کتاب "الحدیث حجۃ بنفسہ فی العقائد والأحکام" کا مطالعہ کرنا چاہیئے، ان کتابوں میں خبر واحد کی حجیت کو متعدد دلائل کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔ بہرحال اختصار کے ساتھ کچھ نکات بیان کئے جاتے ہیں۔

یہ بات یقینی ہے کہ علم روایت سماع اور مشاہدہ پر مبنی ہے، چنانچہ جب ہم کسی ایک راوی کو سچائی، امانت، دیانت اور حفظ و ضبط میں پختگی جیسی صفات سے متصف بیان کرتے ہیں تو پھر اس کی روایت میں غلطی کا احتمال نہیں رہتا، نتیجتاً اس کی روایت سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے، الا یہ کہ حفظ و ضبط میں اس سے زیادہ ثقہ ایک راوی، یا کئی ثقہ راوی اس کی مخالفت کریں تو اس صورت میں محفوظ روایت علم (یقینی) کا فائدہ دے گی اور شاذ اس سے قاصر گردانی جائے گی، جبکہ ہم اس چیز کے مامور ہیں جو دلیل و حجت کے لحاظ سے قوی ہو۔ بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ گولڈ زیہر جیسے مستشرق اور ان کے ہم مشرب بعض نام نہاد مسلمانوں نے سنت کے معنی بگاڑنے میں اس قدر دیدہ دلیری کا مظاہرہ کیا کہ سنت کو مصادر اسلام سے ہی خارج کر دیا اور کہا کہ یہ سنت زمانہ جاہلیت سے وراثت میں ملی ہوئی عادات و رسومات کا نام ہے۔

مستشرقین کا ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ

مستشرقین کے باطل نظریئے کی دلیل زمانہ جاہلیت کی بعض وہ روایات و رسومات ہیں جن کی افادیت کے پیش نظر اسلام نے انہیں باقی رکھا ہے۔ سنت کے خارج از مصادر ہونے کی ایک وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے زمانے کے مسلمان اپنے درپیش مسائل کے حل اور شرعی احکام کے فتویٰ کے لیے سنت کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے۔ حجیت سنت کے دعوے کا اظہار دوسری صدی کے آخر اور تیسری صدی کے آغاز میں بعض علماء اسلام نے کیا۔ اس دعویٰ کے اثبات کے لیے انہوں نے اپنی کتابوں میں دلائل و براہین کے انبار لگا دیئے۔ مستشرقین کے نزدیک اس دور میں سنت کا دفاع کرنے والوں میں سرفہرست امام شافعی تھے جنھوں نے اپنے پیش رو امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا رد کیا۔[1]

مستشرقین اور ان کے مقلدوں نے اپنے نظریئے کی دلیل مندرجہ ذیل احادیث و آثار سے اخذ کی ہے:

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول کہ

«حَسْبُنَا كِتَابُ الله» ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔

۲۔ یزید بن ربیعہ عن ابی الاشعث عن ثوبان کے طریق سے مروی مرفوع حدیث ہے:

«إِذَا جَاءَكُم الحَدِيثُ فأعرضوه على كتاب الله فإنَ وَافقَهُ فَخُذُوهُ وإن خَالَفَهُ فَدَعوهُ»

جب تمہیں کوئی حدیث پہنچے تو اسے کتاب اللہ پر پیش کرو، اگر موافقت کرے تو قبول کرلو اور مخالفت کرے تو رد کردیا کرو۔

---

(۱) یہی دعویٰ جوزف شاخت (Joseph schacht) نے اپنی کتاب:

Mohammden Jurisprudence Sunnah Practice and Living Tradition. میں کیا ہے۔

جوزف شاخت (۱۹۰۳ - ...) کا شمار بڑے مستشرقین میں ہوتا ہے، وہ آکسفورڈ، ولنگڈن، کولمبیا اور مصر کی یونیورسٹیوں میں تدریس کے فرائض انجام دیتا رہا۔ اسلام اور قانون اسلام پر بحث و تحقیق کے لئے اسے دمشق کی اکیڈمی برائے تحقیق علوم عربیہ کا ممبر بنا دیا گیا۔ گولڈ زیہر اور اس کے مخالف اسلام مشن کا دفاع کرنے میں جوزف شاخت پیش پیش رہا، جوزف کے نزدیک فقہی احکام میں کسی صحیح حدیث کا وجود نہیں ملتا۔

یزید بن ربیعہ مجہول آدمی ہے، جبکہ ابو الاشعث کی ثوبان سے روایت ہی ثابت نہیں، لہٰذا یہ حدیث باطل ہے۔

(۳) مہلب بن ابی صفرۃ، عن ابن مناس، عن محمد بن مسرور القیروانی، عن یونس بن عبدالاعلیٰ، عن ابن وہب، عن شمر بن نمیر، عن حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس، عن ابیہ، عن جدہ عن علی بن ابی طالب کے طریق سے مروی مرفوع حدیث کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«سَيَأْتِي نَاسٌ يُحَدِّثُونَ عَنِّي حَدِيْثًا، فَمَنْ حَدَّثَكُمْ حَدِيْثًا يُضَارِعُ الْقُرْآنَ فَأَنَا قُلْتُهُ، وَمَنْ حَدَّثَكُمْ بِحَدِيْثٍ لَا يُضَارِعُ الْقُرْآنَ فَلَمْ أَقُلْهُ؛ إِنَّمَا هُوْ حُسْوَةٌ مِنَ النَّارِ».

عنقریب کچھ لوگ مجھ سے حدیثیں بیان کریں گے، اگر کوئی تمہیں قرآن کریم کے مماثل و مشابہ حدیث بیان کرے تو اسے میری بات سمجھنا، اگر کوئی قرآن کے مخالف حدیث بیان کرے تو اسے میری بات خیال نہ کرنا، بلکہ وہ آتش جہنم کا ایک گھونٹ ہے۔[1]

یہ حدیث جسے مستشرقین نے اپنے نظریئے کی دلیل بنایا ہے ضعیف ہے اور مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

عبدالرحمان بن مہدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس حدیث کو زنادقہ اور خوارج نے وضع کیا ہے۔"

ابو محمد بن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کی سند میں حسین بن عبداللہ ہے جس پر زندیق ہونے کی تہمت ہے۔[2]

امام شافعی اور بیہقی رحمہ اللہ نے کلی طور پر اس حدیث کا انکار کیا ہے۔

مختصر بات یہ ہے کہ احادیث کو قرآن پر پیش کرنے کے سلسلے میں جتنی روایات آئی ہیں، وہ سب جھوٹ کا پلندہ ہیں۔ ابن حزم نے ان کا ذکر کرنے کے بعد ان کا رد کیا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں: "اس قسم کی بات کہنا سراسر جہالت ہے۔"

جہاں تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا تعلق ہے تو اس کے سیاق و سباق کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس قول کو امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات کے وقت، کاشانۂ نبوت میں موجود لوگوں میں ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) احکام الاحکام لابن حزم (۲/ ۷۶)

(۲) حوالہ سابقہ

«هَلُمَّ! أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ» . میرے قریب آؤ! میں تمہارے لیے ایک ایسی وصیت لکھ دوں کہ تم اس کے بعد گمراہی کا شکار نہ ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ پر درد کا غلبہ ہے۔ ہمارے پاس قرآن کریم موجود ہے' ہمیں اللہ کی کتاب ہی کافی ہے۔ (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس روایت میں فرماتے ہیں کہ کیا یہ کسی آفت سے کم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے شور شرابے اور اختلاف کی وجہ سے ان کے لیے ہدایات نہ لکھ سکے۔ (۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول سنت کو چھوڑ کر قرآن ہی کو کافی سمجھنے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے درد و تکلیف کے بوجھ کو ہلکا کرنا چاہا تھا (مبادا آپ ﷺ کچھ لکھتے لکھاتے تو آپ ﷺ کی تکلیف بڑھ جاتی) یہی وجہ ہے کہ اس پر نبی کریم ﷺ خاموش رہے۔ اس واقعہ کے بعد بھی آپ ﷺ چند ایام تک زندہ رہے' مگر آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی تردید نہیں کی۔ پھر جب طبیعت کچھ سنبھلی اور صحت بحال ہوئی تو آپ ﷺ نے کچھ باتیں املاء کروائیں' جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ (۳)

نبی کریم ﷺ اپنی بیماری کے شروع دنوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے' انہیں مخاطب ہو کر فرمایا:

«اُدْعِي لِي أَبَا بَكْرٍ وَأَخَاكِ حَتَّى أَكْتُبَ كِتَابًا، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَمَنَّى مُتَمَنٍّ وَيَقُولَ قَائِلٌ: أَنَا أَوْلَىٰ؛ وَيَأْبَى اللهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ» . اپنے والد ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلایئے تاکہ میں کوئی وصیت لکھوا دوں' مجھے خدشہ ہے کہ کوئی خواہش کرنے والا خواہش کرے اور کوئی کہنے والا کہے کہ میں سب سے بہتر اور افضل ہوں' یاد رکھو! اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کو قبول نہیں کریں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی توضیح و توجیہ کی تائید و نصرت پر آپ کا زمانہ خلافت گواہ ہے کہ آپ بڑے ذوق و شوق اور محبت سے سنت پر عمل کرتے رہے' آپ فرمایا کرتے تھے کہ مستقبل

(۱) صحیح بخاری (۱۰/ ۱۲۶)

(۲) حوالہ سابقہ

(۳) صحیح مسلم (۴/ ۸۵۷)

قریب میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن کریم میں شبہات و اشکالات کے ذریعہ تمہارے ساتھ جھگڑا کریں گے۔ تو تم اس وقت حدیث رسول ﷺ کو تھامے رکھنا' یقیناً اہل حدیث و سنن ہی قرآن کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

مستشرق گولڈ زیہر کا نظریۂ سنت:

دائرۃ معارف اسلامیہ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام) میں لفظ حدیث کے تحت اور اپنی کتاب Mohammaden-study (۱-۴۱) میں گولڈ زیہر کا سنت و حدیث کے بارے میں نظریہ مذکور ہے کہ: آباؤ اجداد کے طور طریقوں کو اپنانا کفار عرب کے ہاں بھی خوبیوں میں سے ایک خوبی تصور کیا جاتا تھا' سنت بھی ایک پرانا طریقہ چلا آ رہا ہے' معاملات اور لین دین میں لوگ اس کے عادی ہو چکے ہیں۔

جب اسلام کا ظہور ہوا تو سنت کا پرانا طریقہ (جو کہ کافر آباؤ اجداد کے رسم و رواج اور ان کے اقوال پر عمل کرنے کا نام ہے) پر باقی رہنا مشکل ہو گیا' بنابریں مسلمانوں کے لیے ضروری ہوا کہ وہ اپنے لیے کوئی نیا راستہ ایجاد کریں' لہٰذا ایک ایماندار کے لیے اپنے تمام شعبہ ہائے زندگی میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کے اخلاق و کردار کو قابل تقلید نمونہ بنانا لازمی ہو گیا' یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کی احادیث و اخبار جمع کرنے میں ہر ممکن کوشش کی۔ (۱)

گولڈ زیہر یہ فکر پھیلانا چاہتا ہے کہ سنت کی اپنی کوئی ذاتی حیثیت و منزلت نہیں ہے بلکہ یہ زمانہ جاہلیت کی روایات و رسومات سے ماخوذ ہے۔

گولڈ کے بعد مستشرق جوزف شاخت نے سنت کے بارے میں اس انداز میں زہرافشانی کی کہ سنت کو مقامی ماحول' اسلامی معاشرہ اور خلفاء کے طرز عمل کی پیداوار قرار دیتے ہوئے کہا کہ پہلی دو صدیوں میں امام شافعی رحمہ اللہ کے آنے تک اس کا کوئی عملی ثبوت نہیں ملتا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے آتے ہی حجیت سنت کا نعرہ بلند کیا اور اس کے منکرین پر پے در پے وار کیے۔

مستشرقین کے استدلال کا جائزہ:

سنت کے بارے میں گولڈ اور جوزف کا نظریہ خلاف حقیقت' جھوٹ اور افتراء بازی ہے' سنت

(۱) دائرۃ المعارف اسلامیہ (۷/ ۳۳۰)

کو عادات جاہلیت کی پیداوار قرار دینا' انسان کو ایک حیوانی کیڑے کی ترقی یافتہ شکل قرار دینے کے مترادف ہے۔

جہل یا جہالت علم کی ضد ہے' لغوی اعتبار سے کسی کام کو بغیر علم و معرفت کے سرانجام دینا جہالت کہلاتا ہے' اسی لفظ سے جہل اور مجاہل ماخوذ ہے' اس میں لاعلمی' نادانی اور عدم رہنمائی کے معنی پائے جاتے ہیں۔

مضرس بن ربعی کا شعر ہے:

"ہم اپنی قوم کی بے وقوفیوں اور نادانیوں سے درگزر کرتے ہیں اور متکبر دشمن کی ٹیڑھی اور اکڑی ہوئی گردن کو سیدھا کر دیتے ہیں۔"(1)

امام راغب اصفہانی نے جہالت کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

(1) کسی شخص کا علم سے خالی ہونا۔ اس کی مثال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث ہے' کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دو نواسوں میں سے ایک کو گود میں اٹھائے ہوئے باہر نکلے' اور آپ یہ فرما رہے تھے:

«وَاللهِ! إِنَّكُمْ لَتُجَبِّنُونَ وَتُبَخِّلُونَ وَتُجَهِّلُونَ؛ وَإِنَّكُمْ لَمِنْ رَيْحَانِ اللهِ». اللہ کی قسم! تم (والدین کو) بزدل' بخیل اور جاہل بنانے کا ذریعہ بنتے ہو جبکہ تم اللہ کے مہکتے پھول ہو۔(2)

" تجہلون " کا مطلب یہ ہے کہ والد اولاد میں مشغول ہو کر علم سے دور ہو جاتا ہے۔

(2) کسی شخص کا اپنے موقف و نظریئے کے خلاف کسی بات کا اعتقاد رکھنا' اس کی مثال یہ ہے کہ بعض علم بھی جہالت پر مبنی ہوتے ہیں' کسی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی ایسا علم سیکھے جس کی اسے دین میں ضرورت نہ ہو۔

---

(1) لسان العرب (11/ 129)

(2) سنن ترمذی (4/ 317)

سفیان بن عیینہ عن ابراہیم بن میسرہ کے طریق سے ابن ابی سوید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے خیال میں یہ نیک عورت خولہ بنت حکیم تھیں' پھر حدیث ذکر کی'امام ترمذی کہتے ہیں ابن عیینہ عن ابراہیم بن میسرۃ کی حدیث کو ہم ان کے علاوہ کسی اور طریق سے نہیں پہچانتے اور نہ عمر بن عبدالعزیز کا خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے سماع ہمارے ہاں معروف ہے۔

(3) صحیح و غلط کے اعتقاد سے بے نیاز ہو کر کسی حق بات کی مخالفت کرنا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۖ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴾ [البقرة: ٦٧]. کیا تم ہم سے ہنسی مذاق کرتے ہو' کہا میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔

آیت کریمہ میں ٹھٹھا اور مذاق کو جہالت کہا گیا ہے۔ کبھی لفظ جہالت اطلاع اور تجربہ کے مخالف معنی میں استعمال ہوتا ہے' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ ﴾ [البقرة: ٢٧٣]. ناواقف اور ناتجربہ کار انہیں مالدار سمجھتے ہیں۔

آیت میں جاہل سے مراد ناواقف اور ناتجربہ کار شخص ہے۔(1)

مذکورہ تفصیل سے جہالت اور جاہلیت کے معانی پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ سراسر گولڈ اور اس کے انصار و اعوان کی بے جا جرأت و بے باکی ہے کہ وہ ان معانی کو سنت نبوی پر منطبق کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ گہری نظر و بصیرت رکھنے والے محقق کے نزدیک تناقض و تضاد کے لحاظ سے دونوں معنوں کے درمیان واضح فرق ہے۔ واضح ہو کہ کتاب و سنت میں کئی مقامات پر جاہلیت کے طور طریقوں سے اجتناب کرنے کی تلقین و تاکید کی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ﴾ [آل عمران: ١٥٤]. وہ لوگ اللہ کے بارے میں جاہلیت جیسا جھوٹا گمان کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى اللهِ ثَلَاثَةٌ: مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ، وَمُبْتَغٍ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِئٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهَرِيقَ دَمَهُ». "اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین قسم کے آدمی تمام لوگوں سے زیادہ ناپسند اور مبغوض ہیں۔

1۔ حرم کے اندر ٹیڑھی راہ چلنے اور فساد کرنے والا۔

2۔ اسلام میں جاہلیت کے طریقوں کا خواہشمند۔

3۔ کسی آدمی کا ناحق خون بہانے کا طلب گار۔(2)

---

(1) مفردات القرآن: (مادۃ الجہل)

(2) صحیح بخاری (12/ 210)

حدیث میں وارد لفظ سنة الجاهلية کا معنی ہے جاہلیت کے طریقے پر قائم رہنا' یا لوگوں کے درمیان اس کی نشرواشاعت کرنا' یا اسے بطور نظام و قانون کے نافذ کرنا۔

اور مسند احمد میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

«مَنْ تَعَزَّى بِعَزَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَعِضُّوهُ وَلَا تَكْنُوا» .

جس نے اپنے آپ کو جاہلیت کی طرف منسوب کیا' اسے کہو کہ وہ (اپنے باپ کی شرم گاہ) کاٹ ڈالے اور اس میں کنایہ سے کام نہ لو۔ [1]

صحیح مسلم اور مسند احمد میں حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَرْبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُونَهُنَّ: الْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالِاسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ، وَالنِّيَاحَةُ» .

میری امت میں زمانہ جاہلیت کے چار امور ہیں جنہیں وہ چھوڑ نہ پائیں گے:

۱۔ خاندانی حسب نسب پر اترانا۔
۲۔ نسب میں طعنہ زنی کرنا۔
۳۔ ستاروں سے بارش طلب کرنا۔
۴۔ نوحہ گری و ماتم کرنا۔ [2]

اسی مفہوم کی ایک حدیث امام بخاری حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنگ میں شریک تھے کہ ایک مہاجر نے انصار کے ایک آدمی کو دھکا دے دیا' (معاملہ یہاں تک بگڑ گیا کہ) انصار نے انصاریوں کو اور مہاجرین نے مہاجر برادری کو اپنی اپنی مدد کے لیے پکارا۔ نبی کریم ﷺ نے یہ بات سنی تو فرمایا:

«مَا بَالُ دَعْوَى جَاهِلِيَّةٍ؟» . یہ جاہلیت کی کیسی صدا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ایک مہاجر نے انصار کے ایک آدمی کو گرا دیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱) مسند احمد (۵/ ۱۳۶) واللفظ له والسنن الکبریٰ للنسائی (۵/ ۲۷۲) معجم طبرانی (۱/ ۱۶۷) قال الهيثمي في المجمع "رجاله ثقات"

(۲) صحیح مسلم (۲/ ۶۴۴) و مسند احمد (۲/ ۵۲۶)

«دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ» . اسے چھوڑ دو یہ سخت ناپسندیدہ ہے۔ [1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا بھی اسی قبیل سے ہے کہ:

«إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ» . تم ایسے شخص ہو جس میں اب بھی جاہلیت پائی جاتی ہے۔ [2]

امام ابوداؤد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ، مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ، أَنْتُمْ بَنُو آدَمَ، وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ، لَيَدَعَنَّ رِجَالٌ فَخْرَهُمْ بِأَقْوَامٍ إِنَّمَا هُمْ فَحْمٌ مِنْ فَحْمِ جَهَنَّمَ أَوْ لَيَكُونُنَّ أَهْوَنَ عَلَى اللهِ مِنَ الْجِعْلَانِ الَّتِي تَدْفَعُ بِأَنْفِهَا النَّتْنَ» .

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے تکبر و نخوت اور باپ دادوں پر فخر کرنے کو دور کیا (اب لوگ دو طرح کے ہیں) مومن پرہیزگار یا فاسق بدبخت۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے ہے۔ لوگوں کو اپنی قوموں پر گھمنڈ کرنا چھوڑ دینا چاہئے' ورنہ وہ جہنم کے کوئلے ہوں گے' یا اللہ تعالیٰ کے ہاں ناک کے ذریعے گندگی کریدنے والے کیڑے سے بھی بدتر۔ [3]

امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ، مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً» .

جو اطاعت سے نکل گیا اور جماعت سے الگ ہوا پھر اسی حالت میں مر گیا تو اس کی یہ موت جاہلیت کی موت ہوگی۔ [4]

ان مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ بھی کتب حدیث میں روایت کردہ بے شمار احادیث ہیں جو جاہلیت کے کاموں کی قباحت اور مذمت پر دلالت کرتی ہیں اور ان کاموں سے باز رہنے کا تقاضا کرتی ہیں۔

(۱) صحیح بخاری (۸/ ۶۴۸)

(۲) صحیح بخاری (۱۰/ ۴۶۵)

(۳) سنن ابی داؤد (۵/ ۳۳۹-۳۴۰) سنن ترمذی (۵/ ۷۳۴)' ترمذی نے حسن غریب کہا ہے۔

(۴) صحیح مسلم' کتاب الامارة (۵۳)

زمانے کی اقسام:

علماء نے زمانے کو جاہلیت اور اسلام دو قسموں پر منقسم کیا ہے۔

۱۔ **دورِ جاہلیت:** یہ اسلام سے قبل کا زمانہ ہے' اس دور میں عرب لوگ اللہ' اس کے رسول اور دین کے اصولوں سے ناواقف تھے اور حسب و نسب کے سبب ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے۔

۲۔ **دورِ اسلام:** یہ وہ زمانہ ہے جس میں آفتابِ اسلام طلوع ہوا اور زمین اپنے پروردگار کے نورِ ہدایت سے چمک اٹھی اور لوگ جہالت و گمراہی کی تاریکیوں سے نکل کر رشد و ہدایت کی روشنی میں زندگی بسر کرنے لگے۔

کیا اتنی واضح اور روشن نصوص و دلائل کے باوجود عقل یہ تصور کر سکتی ہے کہ سنتِ نبوی کی اتباع جاہلیت کی تقلید و روایات کا نام ہے؟ اللہ تعالیٰ ان کے بے ہودہ قول سے بری ہے۔

یہاں ایک اہم نکتہ کی وضاحت ضروری ہے کہ اسلام پہلے انبیاء و رسل کے ادیان کے خلاف قطعاً کوئی نیا دین نہیں لایا' بلکہ وہ کشادہ آسان اور وسیع الاطراف ملت و شریعت کو لایا ہے جسے کج رو اور گمراہ لوگوں نے بدل ڈالا تھا' چنانچہ اللہ رب العزت نے خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو اس حقیقت کے اعلان کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ ٱلرُّسُلِ﴾ [الأحقاف: ٩]. کہہ دو کہ میں کوئی نیا رسول بن کر نہیں آیا۔

اور فرمایا:

﴿فَبِهُدَىٰهُمُ ٱقْتَدِهْ﴾[الأنعام: ٩٠] تم انہی (رسل و انبیاء) کی ہدایت کی پیروی کرو۔

نیز فرمایا:

﴿يَحْكُمُ بِهَا ٱلنَّبِيُّونَ ٱلَّذِينَ أَسْلَمُوا۟﴾ [المائدة: ٤٤]. اسی کے مطابق انبیاء جو (اللہ کے) فرمان بردار تھے' یہودیوں کے لیے فیصلہ کرتے رہے۔

انبیاء علیہم السلام کا دین ایک ہی ہے یعنی توحید کی دعوت اور شرک سے اجتناب' اگرچہ شریعتیں اور فروعی قوانین مختلف ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾ [المائدة: ٤٨]. ہم نے تم میں سے ہر ایک کو دستورِ حیات اور ایک طریقہ دیا۔

ہمام بن منبہ کی حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، فِي الأُولَى وَالآخِرَةِ». قَالُوا: كَيْفَ يَارَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «الأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ مِنْ عَلَّاتٍ، أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى، وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ، فَلَيْسَ بَيْنَنَا نَبِيٌّ».

میں دنیا و آخرت میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے قریب تمام لوگوں سے زیادہ ہوں' صحابہ نے عرض کی' اے اللہ کے رسول! وہ کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: انبیاء آپس میں علاتی (باپ کی طرف سے) بھائیوں کی طرح ہیں' انکی مائیں مختلف ہیں' البتہ ان کا دین ایک ہی ہے' ہم دونوں کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہے۔[1]

(۱) صحیح مسلم' کتاب الفضائل (۴/ ۱۸۳۷) اس حدیث کو امام بخاری نے بھی مختصراً روایت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو بخاری' کتاب الانبیاء (۶/ ۴۷۷)

جاہلیت کی رسومات و عادات کے بارے میں اسلام کا موقف

جاہلیت کے دور میں دنیا کی دوسری قوموں کی طرح عربوں میں بھی کوئی مرتب دستور حیات اور قوانین معاشرت نہ تھے کہ جن سے وہ اقوامِ عالم کی طرح رہنمائی حاصل کرتے' البتہ ان کے یہاں اعتقادات' رسم و رواج اور سماجی عادات کا بگڑے ہوئے انداز میں وجود ملتا ہے جو تحریف شدہ یہودیت و نصرانیت سے ماخوذ تھا' جب اسلام کی روشنی پھیلی تو اس نے جاہلیت کی بعض عادات کو باقی رکھا' بعض کو ختم کر دیا اور بعض میں تصحیح و تبدیلی کر دی۔

جن امور جاہلیت کو اسلام نے سندِ جواز عطا کی ان کی بعض مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

قسامہ:

امام مسلم ایک صحابی رسول سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قسامہ کو جاہلیت ہی کے اسلوب میں باقی رکھا اور اسی اصول کے تحت آپ ﷺ نے انصار کے کچھ لوگوں کے درمیان فیصلہ صادر فرمایا۔

قسامہ کی تعریف یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی قوم کے ہاں مقتول پایا جائے اور اس کا قاتل معلوم نہ ہو تو مقتول کے اولیاء میں سے پچاس آدمی اس کا حق ثابت کرنے کے لیے حلف اٹھائیں گے اگر پچاس آدمی میسر نہ ہو سکیں تو موجود لوگ پچاس حلف اٹھائیں گے' تاہم اگر پھر بھی پچاس آدمی میسر نہ آ سکیں یا حلف نہ اٹھائیں تو ملزم قوم سے پچاس آدمی برأت کی قسم اٹھا کر بری ہو جائیں گے۔[۱]

یوم عاشور کا روزہ:

امام بخاری اور مسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود کو عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے ہوئے پایا' آپ (ﷺ) نے ان سے استفسار کیا:

(۱) مسلم' القسامۃ (۷)

«مَاهَذَا الْيَوْم الَّذِي تَصُومُونَهُ» یہ کون سا دن ہے جس کا تم روزہ رکھتے ہو؟

انہوں نے کہا یہ وہ عظیم الشان دن ہے' جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا' موسیٰ علیہ السلام نے اس دن بطور تشکر' اللہ کے لیے روزہ رکھا ہم بھی اس کی تعظیم کے لیے روزہ رکھتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«فَنَحْنُ أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْكُمْ» فَصَامَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ. ہم موسیٰ علیہ السلام کے تم سے زیادہ حقدار ہیں' سو آپ ﷺ نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھا اور (مسلمانوں کو بھی) اس دن کے روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔[۱]

جاہلیت کے چند دیگر اعمال:

مہمان کا اکرام و احترام' رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور ملنساری' ناتواں' بے کسوں کا سہارا بننا' مسافر کی امداد' غسل جنابت اور ختنہ وغیرہ کا شمار جاہلیت کے قابلِ تحسین اعمال میں ہوتا تھا' اسلام نے انہیں باقی رکھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے تین سال قبل ہی سے روزہ رکھتے اور نماز پڑھتے تھے۔[۲]

اور اسی طرح قس بن ساعدہ ایادی کے متعلق بھی بیان کیا جاتا ہے۔

اہل جاہلیت بیت اللہ کا حج کرتے اور شعائر اللہ کی عزت کرتے' ان کے کچھ افراد توحید پرست بھی تھے۔ مثلاً ورقہ بن نوفل اسدی' زید بن عمرو بن نفیل عدوی' عثمان بن حویرث اسدی (یہ سب قریشی تھے) اور عبیداللہ بن جحش اسدی' یہ قریش کے حلیف تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ حضرات ایک دفعہ اپنے کسی بت کے میلے کے موقع پر جمع ہوئے اور کہنے لگے۔ ''ہم حلفاً اعلان کرتے ہیں کہ تمہاری قوم کسی دین پر نہیں ہے' یہ لوگ اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین سے پھر چکے ہیں' یہ پتھر (بت) نہ دیکھتا ہے اور نہ کسی کو نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے' اے قوم! تم اپنے لیے (سچا دین) تلاش کرو' اللہ کی قسم! تم کسی صحیح طریقہ پر نہیں ہو۔''[۳]

اور عمرو بن لحی خزاعی بیت اللہ کے خدمت گاروں میں سے تھا' ایک دفعہ ملک شام کی طرف گیا

(۱) صحیح بخاری' کتاب الصوم (رقم ۶۹)

(۲) صحیح مسلم' کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل ابی ذر رضی اللہ عنہ ۔ (۳) البدایۃ والنھایۃ (۲/ ۲۳۸)

وہاں کے لوگوں کو مورتیوں کی تعظیم اور ان کے آگے نذرانے پیش کرتے ہوئے دیکھا تو اس کا دل بھی ان کی تقلید پر راغب ہو گیا' اور چند مورتیاں لا کر کعبہ پر لٹکا دیں اور عربوں کو ان کی تعظیم کی دعوت دینے لگا' چنانچہ انہوں نے اس کی بات مان لی۔ نبی کریم ﷺ نے اسے جہنم میں اپنی انتڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے دیکھا اور فرمایا:

«إِنَّهُ كَانَ أَوَّلَ مَنْ غَيَّرَ دِينَ إِسْمَاعِيلَ: فَنَصَبَ الْأَوْثَانَ، وَبَحَّرَ الْبَحِيرَةَ، وَسَيَّبَ السَّائِبَةَ، وَوَصَلَ الْوَصِيلَةَ، وَحَمَى الْحَامِيَ».

یہ پہلا شخص ہے جس نے اسماعیل علیہ السلام کے دین کو بگاڑا اور بتوں کو نصب کیا اور بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حام جانوروں کی رسمیں جاری کیں۔ [1]

مذکورہ واقعات و روایات سے ثابت ہوا ہے کہ اسلام نے بعض امور جاہلیت کو جیسے تھے ویسے ہی برقرار رکھا اور بعض میں اصلاح و تبدیلی کر کے درست قرار دیا اور باقی رکھا' جیسا کہ حج وغیرہ' اسی چیز کی طرف درج ذیل فرمان الٰہی میں اشارہ ہے:

﴿ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ﴾ [الحج: ۷۸].

تمہارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کا دین (پسند کیا)۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«بُعِثْتُ بِالْمِلَّةِ السَّمْحَةِ الْحَنِيفِيَّةِ الْبَيْضَاءِ».

میں فیاض' فراخی والی' خالص اور روشن شریعت کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں۔

اور جن امورِ جاہلیت کو اسلام نے ختم کیا ہے اور ان کی مذمت بیان کی ہے' وہ بہت زیادہ ہیں۔ اگر ہم عقائد' عبادات' معاملات' اخلاقیات' نکاح و طلاق اور جنگ و امن جیسے مسائل ذکر کرنا شروع کر دیں تو بات بہت لمبی ہو جائے گی۔ افسوس کا مقام ہے کہ جن جاہلی رسومات کو مٹانے کے لیے نبی

(1) سیرت ابن ہشام (۱/ ۷۹) امام احمدؒ نے بھی اسے لیث بن سعد' عن یزید بن الہاد' عن ابن شہاب' عن سعید بن المسیب' عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے طریق سے مختصر روایت کیا ہے اور اس کی سند کے افراد ثقہ ہیں۔ ملاحظہ ہو مسند احمد (۲/ ۳۶۶) امام بخاری نے بھی معلقاً ذکر کیا ہے۔ (۸/ ۲۸۳)

یہ جانوروں کی قسمیں ہیں جو دور جاہلیت میں لوگ دیوی دیوتاؤں کے نام پر چھوڑ دیا کرتے تھے اور کوئی ان سے تعرض نہیں کرتا تھا۔

کریم ﷺ تشریف لائے' مسلمان بڑی مضبوطی کے ساتھ آج بھی ان کو پکڑے ہوئے ہیں لہٰذا اس ضمن میں امام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب (مسائل جاہلیت) کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

یہ واضح ہو کہ امور جاہلیت کے بارے میں اسلام کا یہی صحیح موقف ہے اور صدیوں تک لوگوں کا یہی موقف رہا یہاں تک کہ نئے علوم کا زمانہ آ گیا اور اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں یورپ خواب غفلت سے بیدار ہوا تو اس نے ملتِ اسلامیہ کو بنظرِ غضب دیکھا اور یہ بات ذہن میں بٹھالی کہ مسلمان ہی صدیوں سے ہماری ترقی میں سنگِ راہ بنے ہوئے ہیں' چنانچہ انہوں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

پھر ان میں ایک ایسی جماعت نمودار ہوئی' جس نے شرعی علوم سمیت مشرقی علوم اور ان کے مصادر و مراجع سے واقفیت حاصل کرنا اپنی جدوجہد کا ہدفِ اولین قرار دیا اور مستشرقین کی اسی جماعت کا نظریہ ہے کہ اسلام میں سنت کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے' بلکہ یہ دور جاہلیت کی روایات و رسومات ہیں کہ جنہیں اسلام نے ان کی دلجوئی اور ان کی عادات کی تعظیم کی غرض سے باقی رکھا۔

مستشرقین کے اس نظریہ کی اتباع میں براعظم ہند اور بعض اسلامی ممالک میں بسنے والے دشمنان اسلام' منحرفین اسلام اور منکرین سنت پیش پیش رہے۔ بلاشبہ یہ لوگ اس امت کے زندیق ہیں۔ اہلِ علم کا فرض ہے کہ ان کے گمراہ کن عقائد سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہیں۔

اسلام اپنے اعتقادات' احکامات اور اوامرونواہی میں مکمل ہے' اس کو مکمل ضابطہ حیات بنا کر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف اس کی وحی کی ہے اور آپ کو جاہلانہ عادات و رسومات کی اتباع کیے بغیر اس کی نشرواشاعت کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [الفتح: ۲۶].

جب ان کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلانہ حمیت (ضد) بٹھا لی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنین پر سکینت نازل فرمائی۔

شاخت وغیرہ کے دعوے کا بطلان:

جہاں تک شاخت اور دوسرے مستشرقین کے اس دعوے کا تعلق ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ وہ

پہلے شخص ہیں جنہوں نے سنت نبوی کی طرف دعوت دی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ائمہ کرام میں سے کوئی ایسا امام معروف نہیں جو سنت کے حجت نہ ہونے کا قائل ہو' اور اس کی گواہی فقہ و حدیث کی کتابیں' مسلمانوں کی تاریخ اور آج تک امت میں جاری و ساری عمل دے رہا ہے۔

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء امت میں ہم کسی ایسے شخص کو نہیں پاتے جس نے نبی کریم ﷺ کی کسی حدیث کا اتباع کرنے کے بعد پھر بغیر کسی دلیل و حجت' مثلاً دعویٰ نسخ' اجماع' سند میں طعن اور ایسے عمل کو جس کا بجالانا ضروری ہو' اسے رد کیا ہو' اگر کسی نے بلا دلیل و حجت کسی حدیث کا رد کیا تو اس کی عدالت و ثقاہت ختم ہو جائے گی اور اسے فاسق گردانا جائے گا' چہ جائیکہ وہ امام کہلائے' مگر اللہ تعالیٰ نے علمائے امت کو اس سے محفوظ رکھا۔

البتہ بعض دفعہ کچھ ایسے اسباب سامنے آجاتے ہیں جو کسی حدیث کے قبول کرنے میں حائل ہو جاتے۔

ان اسباب و اعذار کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے رسالہ "رفع الملام عن الائمۃ الاعلام" میں لکھتے ہیں کہ تمام اعذار تین اقسام پر منقسم ہوتے ہیں:

۱- کسی امام کے ہاں' حدیث کا نبی کریم ﷺ سے ثابت نہ ہونا۔
۲- اس کے ہاں حدیث سے مطلوبہ مسئلہ کا استدلال ثابت نہ ہونا۔
۳- وہ یہ عقیدہ رکھے کہ یہ حکم منسوخ ہے۔

پھر ان تین قسموں کو بنیاد بنا کر کئی اور فروعی اسباب ذکر کئے ہیں' پہلا سبب یہ ہے کہ امام کو حدیث نہ پہنچی ہو اور جس کو حدیث نہ پہنچے' وہ حدیث کے تقاضوں کو پورا کرنے کا مکلف نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔

جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے کے ساتھ واقعہ پیش آیا کہ وہ دونوں جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد اور طواف زیارت سے قبل محرم کو خوشبو لگانے سے منع کرتے تھے اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا علم نہ تھا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو احرام باندھنے سے قبل اور احرام کھولنے کے بعد طواف سے قبل خوشبو لگائی تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جیسا کہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے بیان کی ہیں۔ (۱)

(۱) رفع الملام (ص ۱)

اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام شافعی نے فرمایا:

(لَوْ صَحَّ حَدِيْثُ لُحُومِ الإِبِلِ قُلْتُ بِهِ). اگر اونٹوں کے گوشت والی حدیث ثابت ہو جائے تو میں اس کا قائل ہو جاؤں گا۔

امام شافعی کے اس قول کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ (۱)

ایک ضروری وضاحت:

یہ اعذار و اسباب فقط ائمہ متقدمین کے حق میں قابل قبول ہو سکتے ہیں' کیونکہ ان کے زمانے تک احادیث کو جمع کرنے کا کام مکمل نہیں ہوا تھا۔ اب چونکہ کتب حدیث جوامع اور سنن کی شکل میں مدون ہو چکی ہیں' نیز ان میں سے صحیح و ضعیف' ناسخ و منسوخ اور صحابہ و تابعین کے ہاں معمول بہ احادیث اور ان کی قبولیت پر اجماع امت کی مہر ثبت ہو چکی ہے' مزید یہ کہ ان کی حجیت پر کتاب و سنت میں واضح دلائل ہیں' لہٰذا ائمہ متبوعین کے پیروکاروں کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہا کہ وہ کمزور و ضعیف دلائل کی بنا پر صحیح حدیث کو ترک کریں' مثلاً یہ کہیں کہ یہ حدیث قرآن یا قیاس جلی کے مخالف ہے' یا اس میں فلاں فلاں اشکال و ابہام ہے۔

سبحان اللہ! نبی معصوم ﷺ کا کلام قرآن کریم کی مخالفت کیسے کر سکتا ہے' جبکہ آپ قرآن کریم کے مدعا و مراد کو سب سے زیادہ سمجھنے والے ہیں اور پھر نبی کریم ﷺ کی حدیث عقل و قیاس کے کیسے مخالف ہو سکتی ہے؟ جبکہ آپ تو بغیر وحی کے بولتے بھی نہ تھے پھر ایک وحی دوسری وحی کی مخالفت کیسے کر سکتی ہے؟ کیونکہ یہ بات واضح اور معروف ہے کہ ایک وحی (سنت) دوسری وحی (قرآن) کا بیان اور اس کی شرح ہے' بلکہ سنت میں مسائل و احکام قرآن کی نسبت زیادہ ہیں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنِّي أُوْتِيْتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ». مجھے قرآن اور اس کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز دی گئی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لوگوں کو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ کے حکم کو بجا لانا' اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور آپ ﷺ کی سنت آپ پر نازل شدہ قرآن کریم کے موافق اور تابع ہے

(۱) السنن الصغری للبیہقی (رقم۔ ۳۶) جو میری تحقیق سے شائع ہو چکی ہے۔

اور یہ کہ سنت کتاب الٰہی کی مخالفت نہیں کر سکتی۔ [۱]

اور امام خطابی کا بھلا ہو کیا خوب فرمایا: "جب کوئی حدیث نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت ہو جائے تو اسے قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے' ہر حدیث اپنی بنیاد اور حکم کے ساتھ بذات خود ایک مستقل و معتبر حیثیت کی حامل ہے لہٰذا مخالف اصول و قواعد کے ذریعے اس پر اعتراض کرنا' یا اس کو باطل قرار دینے کے لیے اس کے عدم نظیر اور اس کی نوع میں قلت نظیر (مثال) کا بہانہ بنانا قطعاً جائز نہیں ہے اور حدیث میں کچھ ایسے مخصوص احکام بھی وارد ہوئے ہیں' جو مستقل اصول کی حیثیت رکھتے ہیں' مثلاً' حدیث جنین' حدیث قسامہ اور حدیث مصراۃ وغیرہ۔ [۲]

برادران اسلام ! نبی کریم ﷺ کے قول و عمل اور آپ کے کردار و تقریر سے جو بھی حدیث ثابت ہو جائے' اس کی پیروی کرنے میں ذرہ برابر سستی نہ کرو کیونکہ آپ ﷺ ہی کی اطاعت میں دنیا و آخرت کی کامیابی اور آتشِ دوزخ سے نجات مضمر ہے۔

(۱) الرسالہ رقم (۴۱۹)

(۲) معالم السنن (۳ / ۷۹۰)

صحیح عقیدہ

صحیح عقیدہ وہ ہے جو قرآن کریم اور اس کی شرح و تفسیر سنت رسول (ﷺ) میں مذکور ہے' اور جسے صحابہ کرام' تابعین اور تبع تابعین نے اپنایا' یہاں تک کہ وہ ہم تک بالکل صاف و شفاف حالت میں پہنچ گیا گویا وہ آج ہی نازل ہوا ہے اور یہی اسلاف امت کا عقیدہ ہے۔

اس عقیدے کو لوگوں کے ذہنوں میں راسخ کرنے کی جدوجہد کرنے والوں میں اہل سنت والجماعت کے امام احمد بن حنبل اور ان کا طریقہ اختیار کرنے والے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور پھر ان کے شاگرد رشید امام ابن قیم اور امام ابن کثیر رحمہم اللہ سرفہرست ہیں۔

بعدازاں امام و مجدد شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی کوششیں اس عقیدہ کی نشرواشاعت میں سودمند ثابت ہوئیں جو نجد سے اٹھے اور بدعات و منکرات' جن کو اسلام کا نام دے دیا گیا تھا' کے خلاف سیف و قلم سے جہاد کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ کی اصلاحی دعوت عالم اسلام پر چھا گئی۔ آپ کے پیچھے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بعد امیر محمد بن سعود رحمہ اللہ کا دست تعاون و نصرت کارفرما تھا۔ علم و حکومت اور دعوت و اقتدار کے مابین یہ مبارک تعاون خدمت اسلام اور پوری دنیا میں بسنے والے مسلمانوں کے مسائل و مشکلات کے حل کے لیے ان شاء اللہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

ان ائمہ کرام کے اس عقیدہ و منہج کو مشرق و مغرب کے ہزاروں علماء نے اختیار کیا اور خطۂ ارض کے مختلف علاقوں میں لاکھوں مسلمان اس عقیدہ کو اپنائے ہوئے ہیں۔

صفات باری تعالیٰ کے بارے میں صحیح عقیدہ

عقیدہ صحیح کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان جملہ صفات پر ایمان لانا جو قرآن مجید میں مذکور ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

﴿ٱلرَّحْمَٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ ٱسْتَوَىٰ﴾ [طه: ٥].

اللہ رحمٰن جو عرش پر مستویٰ ہے۔

اور فرمایا:

﴿ٱللَّهُ ٱلَّذِى رَفَعَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ﴾ [الرعد: ٢].

اللہ ہی تو ہے جس نے ستونوں کے بغیر آسمان، جن کو تم دیکھتے ہو، (اتنے) اونچے بنائے، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔

اور فرمایا:

﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ ٱلْكَلِمُ ٱلطَّيِّبُ وَٱلْعَمَلُ ٱلصَّٰلِحُ يَرْفَعُهُۥ﴾ [فاطر: ١٠].

اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل اس کو بلند کرتے ہیں۔

اور فرمایا:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوا۟ وَّٱلَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ﴾ [النحل: ١٢٨].

بے شک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں اور نیکو کاروں کے ساتھ ہیں۔

اور فرمایا:

﴿رَّضِىَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ﴾ [المائدة: ١١٩].

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے (اللہ سے) راضی ہو گئے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

اور فرمایا:

﴿وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُۥ جَهَنَّمُ خَٰلِدًا فِيهَا وَغَضِبَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُۥ﴾ [النساء: ٩٣].

اور جو شخص عمداً کسی مومن کو مار ڈالے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہو گا اور اس پر لعنت کرے گا۔

اور فرمایا:

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ﴾ [آل عمران: ٣١].

کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا۔

اور فرمایا:

﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَىْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا﴾ [غافر: ٧].

اے ہمارے پروردگار! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

ان مذکورہ بالا آیات کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت صحیحہ، جس کو اہل معرفت و علم نے شرف قبولیت سے نوازا ہے، میں وارد اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات پر ایمان لانا، جیسے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

«يَنْزِلُ رَبُّنَا إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا كُلَّ لَيْلَةٍ حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ فَيَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ؟، مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ؟، مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ؟»

ہمارا پروردگار ہر رات جب اس کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا، آسمان دنیا پر اتر کر فرماتا ہیں کون ہے جو مجھے پکارے، میں اس کی پکار کو قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے، میں اس کو عطا کر دوں؟ کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے میں اس کو معاف کر دوں؟[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اللهُ أَشَدُّ فَرَحاً بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ التَّائِبِ، مِنْ أَحَدِكُمْ بِرَاحِلَتِهِ»

اللہ تعالیٰ اپنے توبہ کرنے والے بندے کی توبہ پر کسی کو (گم شدہ) اونٹنی کے ملنے پر (حاصل ہونے والی خوشی سے) زیادہ خوش ہوتے ہیں۔[2]

اور فرمایا:

«يَضْحَكُ اللهُ إِلَىٰ رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الآخَرَ كِلَاهُمَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ».

اللہ تعالیٰ ان دو بندوں پر ہنستا ہے جن میں سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے، پھر دونوں جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔[3]

(۱) صحیح بخاری و صحیح مسلم۔
(۲) صحیح بخاری و صحیح مسلم
(۳) صحیح بخاری و صحیح مسلم

اور فرمایا:

«لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقَىٰ فِيهَا وَهِيَ تَقُوْلُ: هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ؟ حَتَّى يَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ فِيهَا رِجْلَهُ»

لوگ مسلسل جہنم میں ڈالے جائیں گے اور وہ (جہنم) کہے گی کیا اور بھی (ڈالے جائیں گے؟) یہاں تک کہ اللہ رب العزت اس میں اپنا قدم رکھ دے گا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

«عَلَيْهَا قَدَمَهُ فَيَنْزَوِي بَعْضُهَا إِلَىٰ بَعْضٍ فَتَقُوْلُ: قَطْ قَطْ»

(اللہ تعالیٰ) اس پر اپنا قدم رکھیں گے تو اس کے بعض حصے بعض کی طرف سمٹ آئیں گے اور وہ کہنے لگے گی۔ بس بس۔[1]

اور کمسن لونڈی کے لیے آپ ﷺ کا فرمان:

«أَيْنَ اللهُ؟» قَالَتْ: فِي السَّمَاءِ. قَالَ: «مَنْ أَنَا؟» قَالَتْ: أَنْتَ رَسُوْلُ اللهِ. قَالَ: «أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ».

اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان پر۔ آپ نے فرمایا "میں کون ہوں؟ اس نے کہا، آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا "اسے آزاد کردیں یہ ایمان دار ہے۔[2]

اور فرمایا:

«إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، لَا تَضَامُّوْنَ فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوْا عَلَىٰ صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ، وَصَلَاةٍ قَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا». متفق عليه

بے شک تم اپنے رب کو ایسے دیکھو گے جیسے تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو، اس رویت میں تمھیں کسی قسم کی زحمت اور دشواری نہیں ہو گی، لہٰذا جہاں تک ہو سکے سورج کے طلوع و غروب سے قبل نماز پڑھنا نہ چھوڑنا۔[3]

اس موضوع میں مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ اور بھی متعدد احادیث وارد ہیں، جن میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے پروردگار کی صفات کی خبر دی ہے۔ فرقہ ناجیہ، اہل سنت و الجماعت اللہ تعالیٰ کی

(۱) صحیح بخاری و صحیح مسلم
(۲) صحیح مسلم
(۳) بخاری و مسلم

صفات کے بارے میں وارد احادیث اور قرآنی نصوص جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے بارے میں خبر دی ہے، پر بغیر کسی تحریف، تعطیل، کیفیت اور تمثیل کے ایمان رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ﴾ [الشورى: ١١].

کوئی چیز اس (اللہ) جیسی نہیں اور وہ سننے (اور) دیکھنے والا ہے۔

اہل سنت و الجماعت اللہ تعالیٰ کی کسی ایسی صفت کی نفی نہیں کرتے جس کے ساتھ خود اللہ نے اپنی ذات کو موصوف کیا ہے اور نہ وہ کلمات کو ان جگہوں سے بدلنے میں اور نہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں کج روی کے مرتکب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی صفات کی کیفیت بیان کرتے ہیں نہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کے مماثل اور مشابہ قرار دیتے ہیں۔ تفصیل کے لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ علیہ کی کتاب العقیدہ الواسطیہ ملاحظہ فرمائیں۔ مَیں بطور مثال علامہ محدث حافظ ابو طاہر سلفی رحمہ اللہ علیہ (ت ۵۷۶ھ) کا قول پیش کرتا ہوں، فرماتے ہیں:

فَهٰذَا مَا أَدِيْنُ بِهِ إِلٰهِي
تَعَالَىٰ عَنْ شَبِيْهٍ أَوْ مِثَالِ

پس اس کے ساتھ میں اپنے اللہ کی عبادت کرتا ہوں، جو نظیر و شبیہہ سے پاک ہے۔

وَمَا نَافَاهُ مِنْ خُدَعٍ وَزُوْرٍ
وَمِنْ بِدَعٍ فَلَمْ يَخْطُرْ بِبَالِي

اور جس دھوکے، جھوٹ اور نئی ایجاد کردہ چیزوں کی اس نے نفی کی ہے، ان کا میرے دل میں کبھی خیال بھی نہیں آیا۔[1]

ایسے ہی اہل سنت والجماعت قیامت کبریٰ و صغریٰ کی علامات، منکر و نکیر اور عذاب قبر اور نعیم قبر میں وارد جملہ احادیث پر ایمان رکھتے ہیں، جیسا کہ وہ امور آخرت اور ان کی تفصیل، جنت کی نعمتوں اور جہنم کے عذاب، قضاء و قدر کے اثبات اور دیگر ایمانیات کے بارے میں وارد جملہ صحیح احادیث پر ایمان رکھتے ہیں۔

(۱) سیر اعلام النبلاء (۲۱/ ۳۶)

اہل سنت والجماعت کا اجمالی عقیدہ

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں منقول حدیث جبرئیل میں درج ذیل ارکان اسلام و ایمان کا ذکر ہے:

ارکان اسلام:

۱- اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور نبی کریم ﷺ کی رسالت و نبوت کی گواہی دینا۔

۲- نماز قائم کرنا۔

۳- زکوٰۃ ادا کرنا۔

۴- رمضان کے روزے رکھنا۔

۵- بیت اللہ کا حج کرنا۔

ارکان ایمان:

۱- اللہ تعالیٰ پر ایمان۔

۲- اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان۔

۳- اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتابوں پر ایمان۔

۴- اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان۔

۵- یوم آخرت پر ایمان۔

۶- بری اور اچھی تقدیر پر ایمان۔

یہ کتاب ان معتقدات کو تفصیل سے بیان کرنے کی متحمل نہیں، تاہم توحید کے موضوع پر کچھ عرض کردیتا ہوں کہ یہ ہمارے دین کی اساس ہے اور شومئی قسمت کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اس سے غافل ہے۔

بنیادی عقائد کی توضیحات

توحید کی تین قسمیں ہیں:

۱- توحید ربوبیت:

اس بات کا اقرار کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات کا خالق، رازق اور مدبر ہے۔ اس کے اس فعل میں کوئی اس کا شریک نہیں اور تمام مخلوقات کی زندگی اور موت اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، اس کے فیصلے اٹل ہیں، ان کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔

اس توحید میں مسلمان و کافر سب شریک ہیں۔ ویدوں میں بھی بدرجۂ اتم توحید ربوبیت کے اشارات ملتے ہیں۔ اہل جاہلیت بھی اس توحید کے قائل تھے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ﴾ [الزخرف: ٨٧]. اور تم ان سے دریافت کرو کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے تو کہیں گے اللہ نے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّن نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ [العنكبوت: ٦٣]. اور اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا اور اس کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کیا تو کہیں گے اللہ نے، پس تم کہو: الحمدللہ، بلکہ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔

یہ بات واضح رہے کہ مشرکین مکہ نہ صرف اللہ کو رب مانتے تھے، بلکہ اپنے دیوی اور دیوتاؤں کو مخلوق بھی مانتے تھے۔ ان کو کسی بھی مرحلے میں اللہ کے اختیار میں شریک تصور نہیں کرتے تھے۔ کسی قوم نے کبھی اپنے دیوی اور دیوتاؤں کو اللہ کی ربوبیت میں شریک نہیں کیا۔ ابوجہل اور ابولہب سے لیکر دنیا کے تمام مشرک زمین و آسمان کا خالق مالک اور اس کا رازق صرف اللہ کو کہتے تھے اور یہ کہ ساری کائنات کا نظام اسی کے قبضہ اور اختیار میں ہے اور اپنے باطل معبودوں کے متعلق صاف اقرار کرتے کہ وہ مخلوق ہیں، خالق نہیں، وہ مملوک ہیں، مالک نہیں۔

بس ان کا اصل شرک اللہ کی الوہیت میں تھا' وہ اپنے دیوی اور دیوتاؤں کو اللہ کا بندہ شمار کرتے ہوئے یہ اعتقاد بھی رکھتے تھے کہ اللہ نے اپنی کچھ صفات ان دیوی اور دیوتاؤں کو دے رکھی ہیں۔ اس لیے ہم ان کی پوجا کرتے ہیں کہ وہ ہم پر مہربان رہیں اور اپنے دیئے ہوئے اختیار سے ہمارے کام بنا دیں' کیونکہ ان کو خوش کیے بغیر ہم اللہ کو خوش نہیں کر سکتے۔

خلاصہ بحث یہ کہ اللہ کی تین صفات واجب الوجود' خالق السموات والارض اور مدبر الکائنات ہونے میں کسی قوم نے کوئی اختلاف نہیں کیا اور نہ نبیوں کی دعوت کا بنیادی مقصد ہی یہ رہا' کیونکہ ان باتوں کو انسان نے اپنی فطرت سے ہی جان لیا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذریت آدم سے اپنے رب ہونے کا عہد و پیمان لیا تھا اور سب نے ایک زبان اقرار کیا تھا کہ تو ہی ہمارا رب ہے۔ سورۂ اعراف میں ہے:

﴿ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ ءَادَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا۟ بَلَىٰ شَهِدْنَآ ﴾ [الأعراف: ١٧٢]

اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ہی ان کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں' ہم سب گواہ بنتے ہیں۔

اور پھر اللہ نے کائنات میں اپنی ربوبیت کے بے شمار دلائل چھوڑ رکھے ہیں' جن کو دیکھ کر کوئی بھی ذی عقل اس کی ربوبیت تک پہنچ سکتا ہے۔ کیا یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ بغیر خالق کے مخلوق کیسے وجود میں آسکتی ہے؟

اسی طرف قرآن اشارہ کرتا ہے:

﴿ أَمْ خُلِقُوا۟ مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ ٱلْخَـٰلِقُونَ ﴾ [الطور: ٣٥].

کیا یہ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ پیدا کرنے والے ہیں۔

اس لیے انبیاء کی دعوت' اللہ کی ربوبیت کی نہیں' بلکہ الوہیت کی تھی اور اگر کسی مرحلہ میں نبی نے ربوبیت کی طرف اشارہ کیا تو صرف یاددہانی کرنے کی غرض سے کیا' تاکہ اس کے ذریعے اصل دعوت الوہیت کو سمجھا جاسکے۔ اس لیے نبیوں کی دعوت یہ تھی کہ الوہیت اور اللہ کے اسماء و صفات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے' کیونکہ جس نے پیدا کیا' جو کائنات کا مدبر ہے' وہی عبادت کے لائق ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور اس کی ذات و صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

۲۔ توحید الوہیت:

جب ہم نے اللہ تعالیٰ کو خالق و رازق مان لیا تو پھر الوہیت کی جملہ صفات کو دوسرے خداؤں سے سلب کر کے اس کی ذات کے لیے خاص کیا جائے جو ایک ہے' صمد ہے' حی اور قیوم ہے' ظاہر و باطن ہے اور قادر مطلق ہے۔ سو تمام تخیلات و جذبات' اعتقادات' عبادات و طاعات جو کہ الوہیت کے خواص ہیں' اس کے لیے مخصوص کر دیئے جائیں۔

الوہیت کے تقاضے:

۱۔ تمام محبتیں اللہ کے لیے مخصوص کر دی جائیں اور اس میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ ٱللَّهِ ۖ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ﴾ [البقرة: ١٦٥].

اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ کسی اور کو اس کے برابر بنا لیتے ہیں اور پھر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی کہ اللہ تعالیٰ سے رکھنی چاہیئے اور ایمان والے ان سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

مطلب یہ کہ اللہ کی طرح کسی اور سے محبت کرنا شرک فی الالوہیت ہے' لیکن ہم رسول اللہ ﷺ سے محبت کریں تو اس لیے کہ اس نے اس کا حکم دیا ہے' اگر ہم ماں باپ سے محبت کریں تو اس لیے کہ یہ ایک فطری محبت ہے' جس میں الوہیت کا تصور نہیں' پس ہر وہ محبت جو الوہیت کے ساتھ مخصوص ہے' اس میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

۲۔ وہ خوف جو اللہ کے لیے خالص ہے اس میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ٱلَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَـٰلَـٰتِ ٱللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُۥ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا ٱللَّهَ ۗ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ حَسِيبًا ﴾ [الأحزاب: ٣٩].

وہ لوگ جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتے اور پس اللہ ہی کافی ہے حساب لینے کے لیے۔

منافقین کا طریقہ یہ ہے کہ وہ بندوں سے اس طرح خوف کھاتے ہیں' جیسے اللہ سے خوف کھانے کا حق ہے' بلکہ اس سے بھی زیادہ' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ ٱلْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ

پھر جب حکم ہوا ان پر لڑائی کا اس وقت ان میں سے

﴿يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً﴾ [النساء: ٧٧]. ایک جماعت لوگوں سے ڈرنے لگی جیسے اللہ سے ڈرنا چاہیے، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

اس طرح شیطان انسانوں کو نقصان سے خوف دلاتا ہے اور پھر خوف کی وجہ سے انسان معصیت کر بیٹھتا ہے، جو توحید الوہیت کے خلاف ہے۔

﴿إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران: ١٧٥]. یہ جو شیطان ہے، اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، بس ان سے مت ڈرو، بلکہ مجھ سے ہی ڈرو، اگر تم ایمان والے ہو۔

مگر وہ خوف جو انسان کو طبعی لاحق ہوتا ہے، وہ الوہیت کے خلاف نہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ﴾ [القصص: ١٨]. صبح ہی صبح ڈرتے دبتے خبریں لینے شہر میں گئے۔

ایک اور جگہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کہا:

﴿قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَن يَقْتُلُونِ﴾ [القصص: ٣٣]. (موسیٰ نے) کہا: اے رب! میں نے ایک جان کا خون کیا، اس لیے ڈرتا ہوں کہ مجھے مار نہ ڈالیں۔

۳۔ الذبح والنذر لغیر اللہ ایمان بالالوہیت کے منافی ہے۔ ہر وہ عمل جو اللہ کے لیے خاص ہے، اگر کسی نے بندوں کے لیے کیا تو گویا اس نے اللہ کی الوہیت میں کسی کو شریک کر لیا، جیسے اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا وغیرہ۔

۴۔ اعمال صالحہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ کسی اور کی رضا کو شامل کرنا، چاہے وہ حب نفس ہو، یا کسی اور کی رضا، جیسے پیر فقیر ولی وغیرہ۔ ایسا کرنے والے نے الوہیت میں شرک کیا۔

منافقوں کا یہ وصف بتایا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز ادا کرتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [النساء: ١٤٢]. بے شک منافق دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہ ان کو دغا دے گا اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو چور دل سے کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھانے کے لیے اور وہ اللہ کو تو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ﴾ [الماعون: ٤-٧]. پس خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں، وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔

امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے کتاب الزہد میں محمود بن لبید سے روایت کی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ» قَالُوا: وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: «الرِّيَاءُ، يَقُولُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا جَزَى النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ: اذْهَبُوا إِلَى الَّذِينَ كُنْتُمْ تُرَاؤُونَ فِي الدُّنْيَا، فَانْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً». مجھے جس بات کا تم پر سب سے زیادہ خوف ہے، وہ شرک اصغر ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! یہ شرک اصغر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ریاکاری، قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا تو فرمائے گا: تم ان کے پاس چلے جاؤ، جن کو دکھانے کے لیے تم دنیا میں عمل کرتے تھے۔ بس ذرا دیکھو ان کے پاس کوئی بدلہ ہے؟

(محمود رضی اللہ عنہ کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ صحابی تھے یا نہیں۔ بخاری نے ان کو صحابہ میں شمار کیا، جبکہ ابو حاتم نے اس سے انکار کیا ہے۔)

کسی شخص یا دیوی دیوتا کو حلال و حرام کا مصدر تصور کرنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ [التوبة: ٣١]. انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا بنا لیا اور مریم کے بیٹے مسیح کو بھی، جب کہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ ایک اللہ کی بندگی کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ پاک ہے ان کے شرک کرنے سے۔

پس کسی عالم یا مفتی کا قول اسی وقت سند بن سکتا ہے جب وہ شریعت کے حوالے سے بیان

کرے اور اگر اپنی طرف سے بیان کرے تو وہ سند نہیں۔

حضرت عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جب نبی کریم ﷺ سے یہ آیت کریمہ سنی تو کہا:

إِنَّا لَسْنَا نَعْبُدُهُمْ — ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔

تو نبی ﷺ نے فرمایا:

«أَلَيْسَ يُحَرِّمُونَ مَا أَحَلَّ اللهُ فَتُحَرِّمُونَهُ، وَيُحِلُّونَ مَا حَرَّمَ اللهُ فَتُحِلُّوْنَهُ» — کیا جن چیزوں کو انہوں نے حرام قرار دیا جنہیں اللہ نے حلال کیا ہوا تھا تو کیا تم نے بھی حرام نہیں سمجھا؟ اور کیا ان چیزوں کو جن کو اللہ نے حرام کیا تھا انہوں نے حلال نہیں کر دیا اور پھر تم نے بھی حلال ہی رکھا؟

قال: قُلْتُ: بَلَى! — تو انہوں نے کہا: ہاں ہم ایسا کرتے تھے۔"

قَالَ: — نبی ﷺ نے فرمایا:

«فتِلْكَ عِبَادَتُهُم» — یہی تو ان کی عبادت کرنا ہے۔

اس کو نبی کریم ﷺ نے دوسرے الفاظ میں یوں فرمایا ہے:

«إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ». — اطاعت صرف حق اور نیکی کے معاملے میں کرنی چاہیے۔

«لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ». — ایسی اطاعت ہرگز نہیں کرنی چاہیے جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو۔

مدد اور استعانت اللہ کے لیے خالص ہے کسی اور سے مدد طلب کرنا، الوہیت میں شرک ہے۔

سورۂ فاتحہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ [الفاتحة: ٥]. — ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

لیکن کسی زندہ اور حاضر شخص سے ایسی مدد طلب کرنا جو اس کے اختیار میں ہے شرک فی الالوہیت میں شمار نہیں ہوتا جیسے کوئی پیاسا کسی سے پانی طلب کرے۔

یہ الوہیت کے بعض تقاضے ہیں۔ قرآن کریم نے جا بجا تقاضا الوہیت کو واضح طور پر بیان کیا ہے، کیونکہ نبیوں کی تعلیم کا خلاصہ دراصل الوہیت اور اسماء و صفات کی تعلیم تھا۔

پس اگر کسی نبی نے ربوبیت کی طرف اشارہ کیا تو دراصل وہ الوہیت کے لیے بطور دلیل تھا، کیونکہ دلیل کے لیے ضروری ہے کہ مخاطب اس کو تسلیم کرتا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کا قول نقل فرمایا ہے:

﴿ءَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ [يوسف: ٣٩]. — کیا بہت سارے خدا بہتر ہیں یا ایک اللہ جو قہار ہے؟

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ارباب متفرقون بہتر ہیں، بلکہ ان کی زبانی اقرار کرانا تھا کہ رب واحد قہار ارباب متفرقون سے بہتر ہے تو پھر اسی کی عبادت کرو۔

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ﴾ [المؤمنون: ٢٣]. — اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ پس اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارے لیے کوئی دوسرا الٰہ نہیں ہے۔

اور یہی تمام نبیوں کی تعلیم تھی:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ [الأنبياء: ٢٥]. — اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے، سب کی جانب یہ وحی نازل کی کہ میرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، پس میری ہی عبادت کرو۔

﴿يَٰأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة: ٢١]. — اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے آنے والوں کو پیدا کیا، تاکہ تم متقی بن سکو۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاريات: ٥٦]. — اور میں نے انس و جن کو اسی لیے پیدا کیا کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔

صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:

﴿اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ﴾ [الأعراف: ٨٥]. — اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارے لیے کوئی الٰہ نہیں۔

ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ [الأنعام: ٧٩]. — میں نے اپنے آپ کو اس کی طرف کرلیا (یعنی اس کے سامنے جھک گیا) جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

اور یہی معنی ہیں کلمہ "لا الہ الا اللہ" کے، جس کی تعلیم لیکر ہمارے نبی کریم ﷺ تشریف لائے

یعنی "اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔"

نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو داعی بنا کر یمن کی طرف روانہ کیا اور فرمایا: دیکھو تم اہل کتاب کو دعوت دینے جا رہے ہو، اس لیے جو پہلی بات تمہیں ان سے کہنی ہے وہ یہ کہ "لا الہ الا اللہ" یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ» . جس کا آخر کلمہ لا الہ الا اللہ ہوگا وہ جنت میں جائے گا۔

یہ حدیث کتب السنت میں وارد ہوئی اور اس کی اسناد صحیح ہیں۔

ان آیات اور احادیث میں توحیدِ الوہیت کی دعوت دی گئی ہے اور اگر کہیں توحید ربوبیت کی طرف اشارہ ہے تو وہ صرف بطور دلیل، کیونکہ مخاطب اس کا قائل تھا اور جس چیز میں وہ شرک کرتا تھا وہ الوہیت تھی، وہ اس طرح کہ ان قوموں نے اللہ کی عبادت کے ساتھ نبیوں، ولیوں، فرشتوں، جنوں اور دوسری مخلوقات کو بھی شریک کرلیا تھا جس میں شجر، حجر، بت، قبر اور حیوانات سب شامل ہیں۔ تمام انبیاء کرام کی دعوت کا اصل محور توحید تھا۔ صحیحین کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں گو کہ ان کی مائیں مختلف ہیں مگر ان کا دین ایک ہے ۔ یعنی توحید اور اس کے بعد وہ اخلاقی دعوت جس کو ہر نبی نے اپنی امت کے لحاظ سے اختیار کیا اور اپنی قوموں کو ان برائیوں سے دور رہنے کی تاکید فرمائی جس میں وہ مبتلا ہوگئی تھی۔ کوئی ناپ تول میں کمی کرتا تھا۔ کوئی لونڈے بازی کی بری عادت میں مبتلا تھا۔ کوئی کسی اور طرح کی فسق وفجور کا عادی ہوگیا تھا اور ہمارے نبی ﷺ کی دعوت، توحید کے بعد تمام اخلاق حسنہ پر مشتمل تھی آپ کا ارشاد ہے۔

بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ: میں تمام مکارم اخلاق کی دعوت لیکر آیا ہوں۔

پس دعوت کی اصل بنیاد توحید ہے اور جس معاشرے کی اصلاح توحید اور اس کے تقاضوں سے نہیں ہوگی وہ کبھی بھی اسلام کی برکات سے مستفید نہیں ہو سکتا اور یہی نبیوں کا طریقہ اصلاح ہے۔ اس لیے وہ لوگ جو دعوت و تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں ان کو چاہیئے کہ اصلاح عقیدۃ جیسی بنیادی ضرورت سے غافل نہ ہوں کیونکہ عقیدۃ کی پختگی اور کردار کی بلندی ہی اسلامی معاشرے کو اللہ کے انعام و اکرام کا مستحق بنا سکتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ [الأعراف: ٩٦]

اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم آسمان اور زمین سے ان پر اپنی برکتیں (نعمتیں) کھول دیتے لیکن انہوں نے جھٹلایا پس ہم نے ان کو انہیں کے اعمال کے بدلے پکڑ لیا۔

اور کلمۂ شہادت کے دوسرے جز یعنی: وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ میں کمال متابعت کی تعلیم دی گئی بس آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر ہمارا ایمان ہے۔ اور آپ ﷺ کی مخالفت باعثِ عذاب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور: ٦٣].

سو خوف کھائیں وہ لوگ جو اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں (یعنی رسول اللہ ﷺ کے) اس سے کہ وہ کسی خرابی میں نہ پڑ جائیں، یا ان کو عذاب الیم نہ گھیر لے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی کامل متابعت نہ کرنے والوں کو ڈرنا چاہیئے کہ کہیں ان کے دلوں میں کفر و نفاق کا فتنہ ہمیشہ کے لیے جڑ نہ پکڑ لے اور پھر وہ دنیا کی کسی سخت آفت یا آخرت کے دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

اور ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [النساء: ٦٥].

تیرے رب کی قسم ہے وہ لوگ قطعاً مومن نہیں ہو سکتے جو تجھ کو ہی اپنا منصف نہ بنائیں، ان جھگڑوں میں جو ان کے درمیان ہو جائیں اور پھر اپنے دلوں میں اس فیصلے سے تنگی نہ محسوس کریں، جو تو نے دیئے ہوں، بلکہ ان کو خوشی سے قبول کرلیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ کمالِ توحید کے لیے کمالِ متابعتِ نبی لازم ہے، کیونکہ اس کے بغیر کفر و شرک کے فتنے کا خوف باقی رہتا ہے۔ اور یہ متابعت اس وقت حاصل ہوگی جب آپ کی بیان کردہ صحیح حدیثوں کو بغیر کسی ٹال مٹول کے مانا جائے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے ارشاد کا غالباً یہی مقصد تھا، آپ نے فرمایا:

(كُلٌّ يُؤْخَذُ وَيُتْرَكُ إِلَّا صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ). — ہر کسی کی بات لی اور چھوڑی جا سکتی ہے۔ سوائے اس صاحبِ قبر کے۔

اور پھر آپ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی قبر کی طرف اشارہ فرمایا۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

(إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ وَخَالَفْتُهُ فَأَنَا مَجْنُونٌ). — اگر میں کسی صحیح حدیث کی مخالفت کروں تو میں مجنون ہوں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

(أَعْجَبْتُ لِقَوْمٍ! سَمِعُوا الْحَدِيثَ وَعَرَفُوا الإِسْنَادَ وَصِحَّتَهُ، ثُمَّ يَدَعُونَهُ وَيَذْهَبُونَ إِلىٰ رَأْيِ سُفْيَانَ وَغَيْرِهِ). — مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو حدیث سنتے ہیں اور اس کی اسناد جانتے ہیں اور اس کی صحت پر یقین رکھتے ہیں اور پھر اس کو چھوڑ کر سفیان وغیرہ کی رائے کو اختیار کرتے ہیں۔

اور پھر آپ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [النور: ٦٣]. — سنو! جو لوگ حکم رسول (ﷺ) کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں کوئی دکھ کی مار نہ پڑے۔

اور پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ [البقرة: ٢١٧]. — فتنہ تو قتل کرنے سے بھی بڑا ہے۔

رسول ﷺ کی متابعت کے سلسلے میں اس طرح کے اقوال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام ابویوسف رحمہ اللہ اور دوسرے ائمہ حدیث و فقہ سے بھی وارد ہوئے ہیں۔ وہ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کے کسی حکم کے انکار سے دل میں زیغ ہو جاتا ہے اور زیغ قلب ہلاکت کا باعث بنتا ہے، کیونکہ ایک مومن اور مسلم کو کفر و شرک جیسی عظیم برائیوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ قرآن کریم تو نبی کریم ﷺ کے سامنے اونچی آواز سے بات کرنے سے بھی منع کرتا ہے اور ڈراتا ہے کہ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں تو پھر مخالفت قول رسول کا تو اس سے کہیں بڑا گناہ ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴾ [الحجرات: ٢]. — اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور اس سے اونچی آواز میں بات مت کرو، جیسے کہ تم آپس میں بات چیت کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔

اور یہی صحیح مفہوم ہے کلمہ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ" کا "یعنی اللہ کی الوہیت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے، بلکہ الوہیت تامہ کو اللہ کے ساتھ مخصوص کردیا جائے اور نبی کریم ﷺ کی کمال متابعت کی جائے، اس کے سوا ہر ذات کی نفی کر دی جائے جو اس کی رسالت میں شرکت کا دعویٰ کرے، چاہے صراحتاً کرے، جیسے مسیلمہ کذاب اور غلام احمد قادیانی نے کیا یا کنایتاً کرے، جیسے نبی ﷺ کی کوئی صحیح صریح حدیث کے مقابلے میں کسی کی رائے کو مقدم کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا تھا:

(يُوشِكُ أَنْ تَنْزِلَ عَلَيْكُمْ حِجَارَةٌ مِنَ السَّمَاءِ، أَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَتَقُولُونَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ). — قریب ہے کہ تمہارے اوپر آسمان سے پتھروں کی بارش ہو، میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور تم کہتے ہو ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے کہا۔

۳- توحید اسماء و صفات:

اللہ تبارک تعالیٰ کو ہم اس نام سے پکاریں جس کا ذکر اس نے اپنی کتاب یا رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت میں کیا ہے اور اس کا وصف ویسے ہی بیان کریں جس طرح اس نے اپنی کتاب اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت میں بغیر کسی تشبیہ یا تاویل کے بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ [الشورى: ١١]. — اس کی طرح کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سمیع و بصیر ہے۔

اس نے فرمایا:

﴿ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ﴾ [الأعراف: ٥٤]. — پھر وہ عرش پر مستوی ہو گیا۔

اور فرمایا:

﴿ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى ﴾ رحمٰن عرش پر مستوی ہو گیا۔
[طه : ٥].

اور فرمایا:

﴿ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوۡقِهِمۡ ﴾ وہ اپنے رب سے جو اوپر ہے، ڈرتے ہیں۔
[النحل : ٥٠].

نیز فرمایا:

﴿ إِلَيۡهِ يَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّيِّبُ ﴾ اسی کی طرف اچھی باتیں جاتی ہیں۔
[فاطر : ١٠].

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے لیے بتایا گیا ہے کہ وہ اوپر ہے، اس کو ہم اسی طرح تسلیم کر لیں، نہ اس کی تاویل کریں اور نہ کسی سے تشبیہہ دیں۔ امام مالک سے کسی نے استواء عرش کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا:

(اَلاسۡتِوَاءُ مَعۡلُومٌ، وَالۡكَيۡفُ مَجۡهُولٌ، وَالإِيمَانُ بِهِ وَاجِبٌ، وَالسُّؤَالُ عَنۡهُ بِدۡعَةٌ). استواء معلوم ہے اور کیفیت مجہول ہے اور اس پر ایمان رکھنا واجب ہے اور اسکے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔

اس قول کو امام بیہقی نے اپنی مشہور تصنیف "کتاب الأسماء والصفات" میں مختلف سندوں کے ذریعے ذکر کیا ہے۔

صحیح مسلم (کتاب الصلوٰۃ) میں حضرت معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ان کے پاس ایک لونڈی ہوا کرتی تھی جو بکریاں چرایا کرتی تھی۔ ایک دن ایک بھیڑیا آیا اور ایک بکری اٹھا لے گیا۔ چنانچہ مجھے بڑا افسوس ہوا اور اسی حالت میں مَیں نے اسے ایک تھپڑ لگا دیا۔ پھر میرے دل نے ملامت کی اور میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عرض کیا یارسول اللہ! میں اس کو آزاد کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے لونڈی سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اين الله؟" اللہ کہاں ہے؟

لونڈی نے کہا: آسمان پر۔

پھر فرمایا "من أنا؟" میں کون ہوں؟

لونڈی نے کہا: آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اسے آزاد کر دو، یہ مومنہ ہے۔"

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عرش پر ہے، پھر معیت کا وہ مفہوم جو بعض مبتدعین لیتے ہیں کہ وہ ہر جگہ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے، خلاف شرع عقل ہے، دراصل ان کو دھوکہ ایک آیت کریمہ سے ہوا ہے، جو یہ ہے:

﴿ وَهُوَ مَعَكُمۡ أَيۡنَ مَا كُنتُمۡ وَاللَّهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ بَصِيرٌ ﴾ [الحديد : ٤]. اور جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو تم کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

اس سے انہوں نے "معیت مکانی" مراد لے لیا کہ وہ ہر جگہ موجود ہے، جبکہ آیت کا آخری حصہ واضح کرتا ہے کہ اس معیت سے مراد اس کا علم ہے، جو ہر چیز پر محیط ہے۔ اسی کو دوسرے الفاظ میں یوں بیان فرمایا:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَخۡفَىٰ عَلَيۡهِ شَيۡءٌ فِي الۡأَرۡضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴾ [آل عمران : ٥]. اللہ تعالیٰ سے زمین و آسمان کی کوئی چیز چھپی نہیں ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے جو کچھ بیان فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلے میں جو تشریح فرمائی، اس کو بعینہ تسلیم کر لینا، بغیر تاویل یا تشبیہ یا تعطیل کے، یہی توحید اسماء و صفات ہے اور اسی مسلک پر صحابہ اور تابعین کا پورا دور گزرا۔ ہمیں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا، جس سے معلوم ہو کہ صحابہ یا تابعین نے ان آیات یا احادیث کی کوئی تاویل کی ہو اور یہی اہل السنت والجماعت کا صحیح مسلک ہے۔

پس اللہ تعالیٰ رحمان و رحیم ہے، سمیع و بصیر ہے، حی و قیوم ہے۔ ملک و قدوس ہے، جبار و متکبر ہے، اس جیسا کوئی نہیں ہے۔

پس اس کا ہاتھ ہمارے ہاتھ کی طرح نہیں، اس کا سمیع و بصیر ہونا، ہمارے سمیع و بصیر ہونے کی طرح نہیں، اس کا عرش پر مستوی ہونا، ہمارے استواء کی طرح نہیں، اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو وہ شرک تشبیہ کا مرتکب ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٌ ﴾ اس جیسی کوئی چیز نہیں۔
[الشورى : ١١].

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ بھی اسی کے لیے خاص ہیں۔

صحیح بخاری (کتاب التوحید) میں اجمالاً ننانوے اسماء کا ذکر آیا ہے اور اس کا وظیفہ کرنے والے کے لیے جنت کی خوشخبری ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بے شمار اسماء حسنیٰ ہیں، پس ان میں سے جس نام سے چاہو پکارو۔ فرمایا:

﴿ وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ﴾ [الأعراف: ۱۸۰].

اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو۔

اہل جاہلیت اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کے اشتقاق سے اپنے بتوں کے نام رکھا کرتے تھے۔ جیسے لات کو انہوں نے اللہ سے اخذ کیا، اسی طرح العزیٰ کو العزیز سے مشتق کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [الأعراف: ۱۸۰].

اور چھوڑو ان لوگوں کو جو اللہ کے ناموں میں الحاد اور کج روی کرتے ہیں۔ عنقریب ان کو اپنے کئے کا بدلہ ملے گا۔

بحث ختم کرنے سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی رائے توحید کے سلسلے میں ان کی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ سے نقل کررہا ہوں:

(وَاعْلَمْ أَنَّ لِلتَّوْحِيدِ أَرْبَعَ مَرَاتِبَ: إِحْدَاهَا حَصْرُ الوجوبِ الْوُجُودِ فِيهِ تَعَالَى فَلَا يَكُونُ غَيْرُهُ وَاجِبًا. وَالثَّانِيَةُ: حَصْرُ خَلْقِ الْعَرْشِ، وَالسَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَسَائِرِ الْجَوَاهِرِ، فِيهِ.

توحید کے چار درجے ہیں: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی ہستی کو واجب الوجود نہ مانا جائے باقی سب حادث اور ممکن الوجود ہیں۔ دوسرا یہ کہ عرش، آسمان و زمین اور پوری کائنات کا وہی پیدا کرنے والا ہے اور کوئی بھی اس کی تخلیق میں اس کا شریک نہیں ہے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

وهَاتَانِ الْمَرْتَبَتَانِ لَمْ تَبْحَثِ الْكُتُبُ الإِلٰهِيَّةُ عَنْهُمَا، وَلَمْ يُخَالِفْ فِيهِمَا مُشْرِكُوا الْعَرَبِ، وَلَا الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ، بَلِ الْقُرْآنُ الْعَظِيمُ نَاصٌّ عَلَى أَنَّهُمَا مِنَ الْمُقَدَّمَاتِ الْمُسَلَّمَةِ عِنْدَهُمْ.
وَالثَّالِثَةُ: حَصْرُ تَدْبِيرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا، فِيهِ تَعَالَى.
وَالرَّابِعَةُ: إِنَّهُ لَا يَسْتَحِقُّ غَيْرُهُ الْعِبَادَةَ.

وهُمَا مُتَشَابِكَتَانِ مُتَلَازِمَتَانِ لِرَبْطٍ طَبْعِيٍّ بَيْنَهُمَا.

[حجة الله البالغة، كتاب التوحيد].

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتابوں اور آسمانی صحیفوں میں توحید کے ان دونوں درجوں کے متعلق بالکل بحث نہیں کی گئی ہے۔ یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب میں سے کسی کو بھی توحید کے ان دو درجوں کے بارے میں اختلاف نہیں رہا ہے، بلکہ قرآن کریم میں اس کی صراحت کی گئی ہے کہ توحید کے ان دو درجوں کے سب قائل تھے۔ تیسرا درجہ یہ مانا جاتا ہے کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، یعنی پوری کائنات کا نظام اور اس کی تدبیر صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اور چوتھا درجہ یہ مانا جائے کہ ہر قسم کی عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے سوا کوئی پوجا اور پرستش کے لائق نہیں۔ توحید کے یہ دونوں مراتب یعنی تیسرا اور چوتھا باہم لازم و ملزوم ہیں اور ان کے درمیان ایک طبعی ربط ہے۔"

شرک کی اقسام:

جب توحید کی تین قسمیں ہیں تو شرک کی بھی تین قسمیں ہوئیں۔

۱- الشرك في الربوبية:

یعنی اللہ تعالیٰ کے خالق، رازق محی اور ممیت جیسی صفات ربوبیہ میں کسی کو شریک کرنا۔

۲- الشرك في الألوهية:

یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی اور کو شریک کرنا، چاہے وہ شجر ہوں، یا حجر، ولی ہوں یا رسول، یہ شرک فی الالوہیت ہے۔ اسی طرح جو عبادتیں اس کے لیے خاص ہیں، ان کو کسی اور کے ساتھ مخصوص کرنا، جیسے رکوع، سجود، طواف، ذبح اور نذر وغیرہ سب شرک فی الالوہیت ہے۔

۳- الشرك في الأسماء والصفات:

جو اسماء اور صفات اللہ کے لیے مخصوص ہیں وہ کسی اور کے ساتھ مخصوص کرنا شرک ہے، جیسے اللہ کے علاوہ کسی کو نافع و ضار یا شافع تصور کرنا، اللہ کے علاوہ کسی کو قاضی الحاجات تصور کرنا اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے مدد طلب کرنا یا اللہ کے علاوہ کسی کو عالم غیب تصور کرنا۔ یہ سب شرک فی الاسماء والصفات کی اقسام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ

اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے

مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ﴾ [النساء : ٤٨].

ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کو چاہے گا' معاف فرما دے گا اور جس شخص نے شرک کیا' اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا بہتان باندھا۔

صحیح مسلم (کتاب الایمان) میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ)! جو باتیں جنت اور جہنم کو واجب کرنے والی ہیں وہ کیا ہیں ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئاً دَخَلَ الْجَنَّةَ ، وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئاً دَخَلَ النَّارَ» .

جس کی موت اس حالت میں ہو کہ اس نے شرک نہیں کیا' وہ جنت میں جائے گا اور جسکی موت اس حالت میں ہو کہ وہ شرک کر رہا تھا' وہ جہنم میں جائے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ توحید الاسماء والصفات بھی اپنی جگہ بڑی اہمیت کا حامل موضوع ہے اس سے لاپروائی اور بے اعتنائی شرک تک پہنچا سکتی ہے اللہ سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو توحید سمجھنے اور اس کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عقیدہ سے متعلق بعض اہم کتب

عقیدہ کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے سب سے بہتر کتاب قرآن کریم ہے۔ پھر حدیث کی کتابوں میں سے صحیح بخاری و صحیح مسلم شریف اور سنن اربعہ ہیں۔ ان کے بعد ان کتابوں کی اہمیت ہے' جو عقیدہ کے موضوع پر تحریر کی گئی ہیں۔ جن میں سے بہترین کتابیں مندرجہ ذیل ہیں [1] :

کتاب کا نام	مولف کا نام
۱۔ كتاب التوحيد	شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ
۲۔ فتح المجيد شرح كتاب التوحيد	شیخ عبدالرحمٰن بن حسن بن محمد رحمہ اللہ
۳۔ تيسير العزيز الحميد	شیخ سلیمان بن عبداللہ رحمہ اللہ
۴۔ كتاب الايمان	شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ
۵۔ القاعدة الجليلة في التوسل والوسيلة	شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ
۶۔ العقيدة الواسطية	شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ
۷۔ العقيدة التدمرية	شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ
۸۔ العقيدة الحموية	شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ
۹۔ الصواعق المرسلة على الجهمية والمعطلة	علامہ ابن القیم رحمہ اللہ
۱۰۔ اجتماع الجيوش الاسلامية	علامہ ابن القیم رحمہ اللہ
۱۱۔ القصيدة النونية	علامہ ابن القیم رحمہ اللہ
۱۲۔ إغاثة اللهفان من مكائد الشيطان	علامہ ابن القیم رحمہ اللہ
۱۳۔ شرح عقيدة الطحاوية	ابن ابی العز رحمہ اللہ
۱۴۔ منهاج السنة	ابن تیمیہ رحمہ اللہ
۱۵۔ اقتضاء الصراط المستقيم	ابن تیمیہ رحمہ اللہ
۱۶۔ كتاب التوحيد	ابن خزیمہ رحمہ اللہ

۱۔ ان میں سے بعض کتابوں کا اردو زبان میں ترجمہ ہو گیا ہے۔

۱۷۔ کتاب السنة	امام عبداللہ بن امام احمد رحمہما اللہ
۱۸۔ الاعتصام	امام الشاطبی رحمہ اللہ
۱۹۔ فتاوی ابن تیمیة	امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ
۲۰۔ الدرر السنیة فی الفتاوی النجدیة	الشیخ عبدالرحمٰن بن قاسم رحمہ اللہ

ان کے علاوہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے بیان میں ایسی بیسیوں کتابیں ہیں جو کتاب اللہ و سنت صحیحہ پر اعتماد کرنے والے بڑے بڑے علمائے کرام کی تحریر کا شاہکار ہیں اور یہ کتابیں ہر جگہ اور ہر دور میں موجود رہی ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب :

اگر کوئی کہے کہ ہم قرآن کریم سے ثابت شدہ عقیدہ کو تو مانتے ہیں' لیکن سنت میں وارد عقائد کو نہیں مانتے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن راویوں نے ہم تک سنت کو پہنچایا ہے' انہوں نے ہی حلال و حرام کے احکام اور نماز' زکوٰۃ' روزہ' حج اور جہاد وغیرہ کا علم ہم تک پہنچایا ہے' لہٰذا منطقی بات یہ ہے کہ جس طرح ان سے احکام کو قبول کیا گیا' اسی طرح سنت سے ثابت عقائد کو قبول کیا جائے۔

امام شریک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ : ہمیں اللہ تعالیٰ کی پہچان ان احادیث سے ہوئی۔

یہ بات بھی واضح ہے کہ صفات باری تعالیٰ اور غیبی امور سے متعلق اکثر احادیث اخبار آحاد کی قسم سے ہیں اور اسلاف نے بغیر کسی تردد و تذبذب کے انہیں قبول کیا ہے۔

اس سے بڑھ کر یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعض اوقات احکام سے متعلقہ احادیث کو قبول کرنے میں جانچ پڑتال کرتے اور اس کی تاکید کے لئے کسی دوسرے آدمی کی گواہی طلب کرتے' جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے دادی کے حصہ کی وراثت کے متعلق حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ کی حدیث کی تصدیق حضرت محمد بن مسلمہ ؓ سے کی اور حضرت عمر بن خطاب ؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ کی حدیث کی تصدیق ابو سعید خدری ؓ کی روایت سے کی لیکن ان میں سے کسی نے بھی صفات باری تعالیٰ میں مروی احادیث کی تصدیق کے لئے کسی کی گواہی طلب نہیں کی' بلکہ وہ ان احادیث کو بغیر تردد کے فوراً قبول کر لیتے تھے اور ان کے مطابق عمل کرتے تھے۔

احکام و عقائد میں سنت کو حجت ماننے اور اس پر عمل کرنے کے بارے میں یہ فرقہ ناجیہ طائفہ منصورہ اہل سنت و الجماعت کے بعض اصول ہیں۔

عقیدہ صحیحہ سے انحراف کا سبب :

لوگوں کے اہل سنت و الجماعت کے صحیح عقیدہ سے انحراف و اعراض کا سبب' عقیدہ کے اصلی مصادر کتاب و سنت سے دوری اور اصول دین کے سمجھنے میں سلف صالحین کے طریقہ سے بے اعتنائی و لاپروائی ہے' جس کی وجہ سے فرقوں کی تعداد بڑھ گئی اور ان کے عقائد ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے۔

چند فرقے اور ان کے مختصر عقائد :

۱۔ **خوارج** : ان کے ہاں گناہ کبیرہ کا مرتکب اور حضرت علی ؓ اور ان کے ساتھی کافر ہیں۔

۲۔ **شیعہ** : یہ وہ فرقہ' جنہوں نے حضرت علی ؓ سے دعویٰ محبت میں اس قدر غلو کیا کہ انہیں مقام الوہیت تک لے گئے۔

۳۔ **جہمیہ** : یہ لوگ جہم بن صفوان سمرقندی کے پیروکار تھے' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی نفی کی اور اللہ تعالیٰ کو محض وجود مطلق قرار دیا۔ (۱)

---

(۱) یہی نظریہ اور تصور مکمل صورت میں ہندوؤں کے ہاں پایا جاتا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو تمام صفات سے خالی قرار دیا ہے اور اسے معدوم بنا کر "نرنکار" کا نام دیا ہے۔

وحدۃ الوجود کا عقیدہ بھی اسی گمراہ کن نظریہ کا نتیجہ ہے اور "شنکر اچاریا" (ولادت ۷۸۸ م) جو کہ "ویدانت" کے بڑے شارحین میں سے تھا' پہلا شخص ہے جس نے اس فاسد اور بے ہودہ عقیدہ کی دعوت دی' اور اس پر ویدانت سے دلائل و براہین پیش کئے۔

بنابریں ہندوستان اور قرب و جوار کے علاقوں کے صوفیاء اسی عقیدہ سے متاثر ہو گئے۔ یہاں تک کہ اہل تصوف کے بعض رؤساء و زعماء نے ہندوؤں' پنڈتوں اور بوذیوں کے سرکردہ افراد سے ملاقات کے لئے ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔

مزید تفصیل کے لئے میری کتاب "فصول فی ادیان الھند" کا مطالعہ کریں۔

"جھمیہ" اور معطلہ" نے اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کا عقیدہ عربی زبان اور لغت کو حقیقت و مجاز میں تقسیم کر کے اپنایا' جس کا وجود صحابہ کرام' تابعین و تبع تابعین' چاروں ائمہ اور خیر و برکت سے معمور پہلی

جہم بن صفوان نے اپنا یہ نظریہ جعد بن درہم سے اور اس نے یہودی جادوگر لبید بن اعصم سے لیا، جس نے نبی کریم حضرت محمد ﷺ پر جادو کیا تھا۔

۴- **مرجیہ** : ان کا دعویٰ ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ کرنا نقصان دہ نہیں جیسا کہ کفر کی موجودگی میں اطاعت کا کوئی فائدہ نہیں اور عمل ایمان کی شرط نہیں۔

۵- **قدریہ** : یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے تقدیر کا انکار کیا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حسن سند کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں۔

۶- **جبریہ** : یہ وہ لوگ ہیں جو تقدیر کو ثابت کرنے میں غلو و زیادتی کا شکار ہوئے۔ یہ کہتے ہیں انسان مجبور ہے، اس کا کوئی اپنا اختیار و ارادہ نہیں ہے۔

۷- **معتزلہ** : یہ فرقہ واصل بن عطاء اور عمرو بن عبید وغیرہ کا پیروکار ہے، جنھوں نے عقل پرستی اور رائے زنی کا اس حد تک مظاہرہ کیا کہ اسے منقولات پر حاکم بنا دیا، ان کے افکار و نظریات کے اثرات آج تک اس امت میں موجود ہیں اور ان کا طرز فکر و عمل زمانہ حال کے بعض قلمکاروں کی تحریروں میں پایا جاتا ہے۔

۸- **اشعریہ** : یہ وہ فرقہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا اثبات اور بعض کی تاویل کی ہے۔

یہ تمام فرقے عقیدۂ صحیحہ جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ اور بعد میں تابعین اور تبع تابعین کی جماعت تھی، سے دور ہوگئے اور امت مسلمہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہوگئی، جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿ إِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً وَأَنَا۠ رَبُّكُمْ فَٱعْبُدُونِ ﴾ [الأنبياء : ۹۲]	یہ تمہاری امت ہے جو حقیقت میں ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں۔ پس تم میری ہی عبادت کرو۔

صدیوں کے ماہرین لسانیات کے ہاں بھی نہیں ملتا، لہٰذا لغت میں بالعموم اور عقیدے کے متعلق قرآنی آیات و احادیث میں بالخصوص مجاز کے تصور کا انکار ضروری ہے۔

مزید اطلاع کے لئے امام ابن قیمؒ کی کتاب "الصواعق المرسلہ" کا مطالعہ مفید رہے گا۔

آخر میں اپنے اس رب رحیم و کریم کے حضور دعاگو ہوں کہ جس نے مجھے نور اسلام اور نعمت ایمان سے نوازا، قرآن و سنت کی تعلیم سے بہرہ ور کیا اور دلیل و برہان کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائی--- کہ وہ مجھے اور تمام مسلمانوں کو صحیح عقیدہ کے حاملین اور اسلاف صالحین میں شامل فرمائے۔ آمین۔

﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْوَهَّابُ ﴾ [آل عمران : ۸]	"اے ہمارے پروردگار ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا اور ہمیں اپنی رحمت سے نوازنا آپ ہی سب کچھ عطا کرنے والے ہیں۔"

التمسك بالسنة في العقائد والأحكام
ہماری دیگر
اردو مطبوعات
تفسیر احسن البیان • مفسر قرآن شیخ محمد صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ
فتاویٰ • شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز حفظہ اللہ
اسلامی طرز زندگی • شیخ ابوبکر الجزائری / ترجمہ: مولانا محمد رفیق اثری
ارکان اسلام والایمان • شیخ محمد جمیل زینو حفظہ اللہ
فضائل قرآن • شیخ عبداللہ الجار اللہ حفظہ اللہ
آئینہ جمال نبوت • ابراہیم بن عبداللہ الحازمی رحمہ اللہ
خواتین اور رمضان المبارک • شیخ ابوانس حسین بن علی العلی حفظہ اللہ
تقویۃ الایمان • شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ
کتاب الصیام • محمد اقبال کیلانی
دارالسلام
پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز - ریاض
سعودی عرب
مكتبة ابن القيم
20160100
ردمك : ٥-٣٠-٧١٧-٩٩٦٠